مقام اشاعت "کٹیا رین بسیرا" لاہور

تمام اردو رسالوں سے زیادہ چھپنے والا سستا اور ہردلعزیز رسالہ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۸۳ 883

گاہ بگاہ ہیں بام دنیا پر تماشہ دیکھتا
گاہ بگاہ میں وحشیوں سی لگاتا ہوں صدا

بادشہ دنیا کے مہرے ہیں مری شطرنج کے
دل لگی کی چال ہے سب رنگ صلح و جنگ کے

نیرنگ مذہبی روحانی اور جسمانی معلومات کا خزانہ

رسالہ

مستانہ جوگی لاہور

مالک و اڈیٹر صوفی لچھمن پرشاد

نمبر ۹	بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء	جلد ۱۱

قواعد

۱۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو رسالہ خریداروں کو مل جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو ہر ماہ کی تین تاریخ تک ضرور دفتر میں شکایت آجانی چاہیئے۔ تین تاریخ کے بعد شکایت کے ساتھ پانچ آنہ کے ٹکٹ ارسال کریں۔ ۲۔ ہر طرح کی خط وکتابت شکایت ترسیل زر صوفی لچھمن پرشاد کے نام آنی چاہیئے اور کسی کے نام ترسیل زر یا خط وکتابت کرنے پر دفتر ذمہ وار نہیں ہوگا۔ ۳۔ ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوشخط لکھیں اور چٹ نمبر بھی ضرور درج کریں جواب کیلئے واپسی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۴۔ خط وکتابت کیلئے اتنا پتہ کافی ہے: صوفی لچھمن پرشاد اڈیٹر رسالہ مستانہ جوگی لاہور

سالانہ چندہ تین روپے ممالک غیر و دیسا سے پانچ روپے نمونہ فی رسالہ پانچ آنہ

فہرست مضامین

اوم

مستانہ جوگی لاہور

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء

بھگوان کرشن سندر کے ساکھشات درشن

سیوا بن بیوہ بہنیں

ہم کو کیا آدمی دنیا بہت تڑپا رہی ہے — کوئی تھوڑا نہ ہے کوئی بہت زیادہ ہی ہے

کہتے ہیں وہ ایک بیاہی لڑکی ہے۔ دنیا اسے "دیا" کہتا ہے۔ پکارتی ہے ہر روز صبح جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو وہ اپنے باپ کے مویشیوں کو چراگاہوں میں چرانے کے لئے لیجاتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو وہ مویشیوں کو گھر واپس لے آتی ہے لیکن اسی وقت وہ خوش الحانی سے گاتی ہوئی آتی ہے ۔

ایک دن جب وہ اکیلی چراگاہ میں مویشی چرا رہی تھی تو اس نے اندر سے کئی آوازوں کو سنا۔ آوازوں کو سن کر اس کے من میں خیال پیدا ہوا۔ یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں۔ اور ان کا مطلب کیا ہے؟ دوسرے دن شام کے وقت گھر لوٹتے ہوئے اس کی راستہ میں ایک جھیل کی طرف نگاہ پڑتی ہے ۔

جھیل کا نظارہ بڑا دلکش ہے۔ دیوی اسکے پانی کو غور سے دیکھتی ہے۔ اسکی آنکھوں کے سامنے ایک منظر پیش ہوتا ہے۔ وہ منظر زبان حال سے کہتا ہے "کرشن - کرشن" ۔

جب وہ دیوی گھر پہنچتی ہے تو اسکے دروازہ پر اسکی ماتا ملتی ہے اور وہ اسے مخاطب کرکے پوچھتی ہے کرشن کس شخص کا نام ہے اور وہ کہاں رہتا ہے؟

ماتا جواب دیتی ہے "بچی کرشن زندگی کا سوامی ہے اور وہ بنوں میں قیام پذیر ہے"
رات کو بیچاری "دیا" کو نیند نہیں آئی۔ اس کے دل و دماغ کے سامنے زندگی کے سوامی کا نقشہ کھنچا ہوا ہے ٭

گھر میں سارے اہل خانہ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ "دیا" اپنے بستر سے اٹھتی ہے اور اپنے ماتا اور پتا کے چرن کو چھوتی ہے ٭

دیا اپنے بھائیوں اور بہنوں کی طرف جو کہ سوئے ہوئے ہیں نگاہ شفقت ڈالتی ہے۔ اس کے بعد دیا دروازہ کی دہلیز پر جا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور دوبارہ شفقت بھری نگاہیں اپنی ماتا پتا بھائیوں اور بہنوں کی طرف پھیرتی ہے ٭

جنگل میں آمد

اندھیری رات میں وہ گھر سے باہر نکل پڑتی ہے۔ اس کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہے کہ میں بن میں جا کر بھگوان کرشن کو ملوں ٭

وہ بن میں داخل ہو جاتی ہے وہ تین دفعہ اونچی آواز سے پکارتی ہے "کرشن! آپ بنوں کے رہنے والے ہیں۔ اے جیون داتا میں آپ کے ساتھ اپنے دن گذارنا چاہتی ہوں لیکن جنگلوں سے آناً فاناً آواز آتی ہے "بچی گھر لوٹ جاؤ تیرا عبادت خانہ گھر میں ہے تو یہاں میرا درشن نہیں کر سکتی" ٭

آواز کو سنتے ہی اطاعت کی دیوی کماری دیا گھر واپس لوٹ آتی ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے اسے اپنے اندر سے وہی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ وہ بیچاری سخت حیران ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ بعض دفعہ وہ گھر سے باہر نکل کر ادھر ادھر نظر دوڑاتی ہے لیکن آنکھوں کے سامنے کوئی درشن نہیں آتا ٭

بھگوان کے درشن

دوپہر کا وقت ہے دروازہ پر کوئی شخص باہر سے کھٹکا رہا ہے "دیا" دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھتی ہے جب وہ دروازہ کھولتی ہے تو کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک غریب بڑھیا خمیدہ کمر ہو کر کھڑی ہے ٭

دیا پوچھتی ہے "ماتا جی! میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟" ٭

بڑھیا جواب دیتی ہے "بچی! میں پیاسی ہوں۔ اور میں نے سات دن سے روٹی کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں کھایا ہے اور میرے پاس اپنا نیم برہنہ جسم ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں ہے ٭

دیا اپنے باورچی خانہ میں جاتی ہے اور تھوڑے عرصہ میں خوراک تیار کرتی ہے اس کے بعد دیا اپنا صندوق کھولتی ہے اور وہاں سے ایک خوبصورت چادر جو کہ جہیز میں دینے کے لئے اس کی ماتا نے اس کو دی تھی نکالتی ہے

اُسے اس لئے دی تھی۔ کہ وُہ خاص تقریبوں پر اسے پہنا کرے +

دیا اس بچھونا اور چادر کو بوڑھی عورت کے چرنوں میں رکھ دیتی ہے۔ تب وُہ اس کے لئے پانی لینے جاتی ہے +

وُہ پانی لیکر واپس آتی ہے اور کہتی ہے بابا جی لیجئے پانی حاضر ہے۔ اور وُہ اس پیالہ کو بیوہ استری کے ہونٹوں سے لگا دیتی ہے۔ آناً فاناً منظارہ ہی بدل جاتا ہے نہیں کھڑکی رہتی ہے نہ جھونپڑی نظر آتی ہے آنکھ جھپکنے بھی نہیں پاتی۔ کہ جھونپڑی کی جگہ ایک خوبصورت مکان نظر آتا ہے۔ اس مکان میں کئی لیمپ جل رہے ہیں اور اندر کئی ناچ رنگ کی محفلیں گرم ہیں۔ اور مکان کے اندر بھگوان کرشن بیٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں بنسری ہے۔ دیا ان کے چرنوں میں گر پڑتی ہے۔ کرشن اس پر دیا درشٹی کرتے ہیں اور زبان مبارک سے فرماتے ہیں " وُہ غریب بڑھیا بیوہ میرا ہی روپ تھی میں پیاسا تھا اور تو نے مجھے پانی پلایا۔ میں ننگا تھا۔ تُو نے مجھے کپڑا پہنایا +

اس کے عوض میں نے تجھے درشن دینا مناسب سمجھا +

اے بھارت واسیو۔ جاؤ۔ جا کر ذرا دیکھو تو سہی کون زرد چہرے اور بھوکی آنکھوں کے ساتھ بھارت کے دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹا رہا ہے +

ہاں۔ ہاں ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو دروازہ پر بھگوان کرشن جو کہ غریبوں کا ساتھی ہے۔ پیاسا اور بھوکا ننگا کھڑا ہے +

جب ساز مسرت چھڑتے ہیں بیساختہ رونا آتا ہے

اپنے میں جب اپنے سے کبھی راحت کا تقاضا پاتا ہے | حالات پہ میرے کے نظر دل مجھ سے بہت شرماتا ہے
الجھن سی یکایک آتی ہے ہم رُکتا ہے دل بھر آتا ہے | جب کوئی تسلی دیتا ہے کچھ اور بھی جی گھبراتا ہے
کس طور اکیلے ہیں مرد دلوں اے مری اجڑی محفل | آغاز محبت ہی میں زمانہ مجھ سے تمہیں چھڑواتا ہے

آرام سے رکنے والا ہے کس شے پہ یہ غرہ ہے تجھ کو | دنیا یہ بدلنے والی ہے ہر کس چیز پہ تو اتراتا ہے
کس طرح دل کا رنج ہٹے پر بھگوتی میں کیا تدبیر کروں | آنسو نہیں کہ اُبلے پڑتے ہیں دل ہے کہ وُہ بیٹھا جاتا ہے
اعلان سحر کو ہوتا ہے یوں حسن کی شاہنشاہی کا | گردوں پہ سنہرا اک پرچم مشرق کی طرف لہراتا ہے

مشکل میں ہوں اپنی فطرت سے انجام پہ یوں ہی ہے نظر
جب یاد بہشت سے آتی ہے ہیں بیساختہ رونا آتا ہے
اندازہ واقعات دنیا تو لاکھ صدمے سامنے آ
یہ جوش فقیر آزاد دانش کب چھپاں میں سمجھ کو دیتا ہے

اپنشدوں کا نچوڑ

(وہ سب میں اور سب اُس میں)

۱۶- وہ سب جاندار ہستیوں کے اندر رہتا ہے سب کچھ اُسی سے پیدا ہو کر پھر اُسی کی طرف رجوع کرتا ہے اُسی شہنشاہ حکمران برداتا اور پوجنیہ دیو کا درشن پا کر سادھک سدا کیلئے اننت شانتی (تسکین مطلق) پاتا ہے۔

(شویتاشوتر ۴-۱۱)

(آتما کی مہما کا درشن)

۱۷- وہ نہایت لطیف سے بھی لطیف اور نہایت بڑے سے بھی بڑا ہے وہ آتما اس جیو کے من کی گپھا میں رہتا ہے جس کا وشنو دیا ایک پرماتما ہی شدھ وشواس ہے وہی آتما کو دیکھتا اور ایشور کی کرپا سے شوک (غم) سے مکت (آزاد) ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مقابلے میں آتما کی مہما اور عظمت کو دیکھتا ہے (کٹھ ۲-۲۰)

۱۸- ویدوں اور ان کی تفسیرات کا مطالعہ عقل و ذہانت اور علم و فضل سے آتما کی پراپتی (وصال ایزدی) ممکن نہیں جس کو وہ آتما خود چن لیتا ہے۔ اسی کو پراپت ہوتا ہے اور اسی کو ہی اپنا درشن دیتا ہے۔

(ایک سے انیک۔ سدا سکھی)

۱۹- وہ ایک سب پر حکمران اور سب کی باطنی روح (انتر آتما) ہے جو اپنے ایک روپ کو انیک روپوں میں ظاہر کرتا ہے جو گیانی اور شانت چت لوگ اس کو اپنے آتما میں دیکھتے ہیں ان کو ہی راحت دوام حاصل ہوتی ہے اوروں کو نہیں۔

(کٹھ ۵-۱۲)

(نتیہ شانتی۔ دوامی تسکین)

۲۰- جو فانی (انتیہ) میں باقی (نتیہ) اور ذی ہوش (چیتن) میں سب کی ہوش ہے جو اکیلا بیشمار جیووں کو کرموں کا پھل دیتا ہے جو گیانی اور شانت لوگ اپنے آتما میں اس کا درشن پاتے ہیں ان کو ابدی تسکین حاصل ہوتی ہے اوروں کو نہیں۔

(کٹھ ۵-۱۳)

(آلاتِ جسمی کے بغیر سب کام)

۲۱- اسکی ہاتھ نہیں مگر پکڑتا ہے۔ پاؤں نہیں مگر چلتا ہے۔ آنکھیں نہیں مگر دیکھتا ہے۔ کان نہیں مگر سُنتا ہے وُہ سب کچھ جانتا ہے مگر اس کے جاننے والا کوئی نہیں۔ گیانی لوگ اُس کو آدی (ازلی) اور مہان پُرش (رُوح عظیم) بولتے ہیں +

(امر ہو جانا)

۲۲- وُہ کان کا کان، من کا من اور بانی کا بانی (کلام کا کلام) پران (زندگی) کا پران اور آنکھ کی آنکھ ہے گیانی لوگ اُس کو اسطرح جان کر جب اس جہان سے رُخصت ہوتے ہیں تو امر ہو جاتے ہیں یعنی حیات جاوید حاصل کرتے ہیں + (کین ۱-۲)

(سرب ویش میں پری پُورن اور اچل)

۲۳- جس سے کمتر یا افضل چھوٹا یا بڑا کوئی نہیں وُہ ایک اَدوَیت دیو (ذات واحد و لاثانی) عالیشان درخت کی مانند قائم اور اچل طور پر موجود ہے۔ اسی پرش سے یہ سب کچھ پُورن ہو رہا ہے + (شویتا شوتر ۳-۹)

(ایک ہی ناظر و فاعل)

۲۴- اُس کے سوائے اور کوئی کرنے والا دیکھنے والا (بصیر) سوچنے والا اور جاننے والا (علیم) نہیں ہے وُہ تیرا اپنا آتما (اپنا آپ) انترجامی امرت ہے (برہد ارنیک ۳-۷-۲۳)

(سب کچھ اُس سے۔ اُس کے سہارے۔ اُسکی طرف)

۲۵- جس سے کُل موجودات کا ظہور ہوتا ہے جس کے سہارے سب اشیاء کی ہستی ہے۔ اور جسکی طرف سب رجوع کرتے ہیں وُہی برہم ہے۔ اسی کی طلب کرو۔ اسی کو جانو (تیتریہ ۳-۱-۱) +

(٥)(٥)(٥)

کیوں تجھے موجِ ہوا سے ڈر ہے مانندِ حباب

کس کو حل کر کے دِکھاؤں چیستانِ زندگی — غافلوں کو کیا سناؤں داستانِ زندگی

زندگی ہو رحم پر غیروں کے جن کی منحصر — کیا انہیں معلُوم ہو رازِ نہانِ زندگی

عرش سے ٹوٹا ہُوا تارہ نہیں نادان تُو — بلکہ تیرے دم سے ہے روشن جہانِ زندگی

دفترِ عالم کو تو سمجھا ہُوا ہے بے ثبات — گر گیا ہے تیری نظروں سے جہانِ زندگی

کیوں تجھے موجِ ہوا سے ڈر ہے مانندِ حباب — تو ہے اس عالم میں بحرِ بیکرانِ زندگی

خارزارِ گلشنِ عالم میں تُو وُہ پھُول ہے — جس کی خوشبو سے معطر گلستانِ زندگی

تیری افسردہ مزاجی سے جہاں دلگیر ہے
بے خبر کیوں ہو رہا ہے نوحہ خوانِ زندگی

کام میں لا مہرباں وہ قوتِ اخلاق تو
عالمِ مُردہ میں ہو قائم نشانِ زندگی

اشک غم پیتا ہے کیوں ناداں تبسم سے ہو
دیکھتا ہے کس لئے خوابِ گرانِ زندگی

کرم یوگ

منش کی مہانتا کا مندر

کرم میں منش کا یہ جو وراٹ آتم پرکاش ہے۔ اننت ذاتِ غیر محدود کے سامنے جلیس کا یہ نرنتر آتم نویدن ہے۔ کون ہے جو گھر کے کونے میں بیٹھ کر اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کا خیال کرے گا؟ سب منشوں نے مل کر دھوپ اور بارش میں کھڑے ہو کر انسانی عظمت کا بادلوں کو چیر جانے والا مندر تیار کیا ہے کون یہ خیال کرے گا کہ اس عظیم الشان مندر سے دُور بھاگ کر اور خلوت میں بیٹھ کر اپنے من کے کسی ایک بھاو (جذبے) کا لطف اُٹھانا ہی منش کا پرماتما کے ساتھ ملاپ ہے اور یہی سادھنا ہی سب سے اعلیٰ قسم کی ہے۔

وجے رتھ

اے اُداس۔ اے اپنے ہی بھاو کے نشے میں غرق اور خود پسند سنیاسی! کیا تم نے نہیں سُنا کہ تاریخ کے دُور دراز تک پھیلے ہوئے میدان میں انسانیت کی شاہراہ پر انسانی رُوح اپنے کاموں کی فتحمندی کے رتھ پر سوار ہو کر بادل کی گرج کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی اپنے دھکار کو پھیلا رہی ہے۔ اس کے آسمان میں لہرانے والے علم نصرت کے آگے پہاڑوں کے پتھروں نے پھٹ پھٹ کر رستہ چھوڑ دیا ہے اس کے سامنے بن اور جنگلوں کی چھایا کے اندر چھپی ہوئی سازش نورِ آفتاب کے سامنے کہر کی مانند دیکھتے دیکھتے کہیں معدوم ہو گئی ہے۔ دُکھ، بیماری اور بدنظمی قدم قدم پر پیچھے ہٹ کر اس کے لئے جگہ خالی کرتے گئے ہیں یہ تھ جہالت کی رکاوٹوں پر غالب آتا ہوا نابینائی کے اندھیرے کو پھاڑ کر پرے پھینک دیتا ہے اس کے چاروں طرف دیکھتے دیکھتے حسن و دولت شاعری وغیرہ فنونِ نفیسہ سائنس اور مذہب کا عالم سرور آنند لوک نمودار ہونے لگا ہے۔ وسیع تاریخ کے دشوار گذار اور بکھیڑے رستے میں انسانی رُوح کا یہی وجے رتھ جو زمین کو لرزاتا ہوا چل رہا ہے۔ کیا تم بے حسی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس رتھ کا سارتھی (رتھبان) کوئی

نہیں؟ کیا کوئی اس رتھ کو کامیابی کی طرف لئے نہیں جا رہا ہے؟

چلتے چلتے ملاپ

کیا ایسی جگہ ہی۔ ایسی جہاں سکھ دکھ مصیبت اور خوشی کے رستے پر ہی رتھ پر سوار ہونے والے کا بھی سارتھی
کے ساتھ حقیقی ملاپ نہیں ہوتا؟ رتھ برابر چل رہا ہے۔ سیاہ دن کی کالی رات کا طوفان بھی اس سارتھی کی سدا
بیدار آنکھ کو ڈھانک نہیں سکتا۔ دوپہر کے سورج کی شدید روشنی بھی اس کی اصلی نظر کو روک نہیں سکتی۔
روشنی میں اندھیرے میں رتھ چلا جا رہا ہے۔ روشنی میں اندھیرے میں رتھ چلتے چلتے ہی رستے پر رتھی
اور سارتھی کا میل ہو رہا ہے۔ اٹھتے وقت بیٹھتے وقت رتھی اور سارتھی باہم مل رہے ہیں۔ کیا تم اس ابدی
ملاپ سے انکار کرو گے؟ کیا وہ تمہیں جہاں لیجانا چاہتے ہیں وہاں نہیں جا سکو گے؟

کیا سب جھوٹ ہے

کون یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں انسانی تاریخ کے میدان سے دور بھاگ کر بیکاری اور بے حرکتی میں
اکیلا رہکر اس کے ساتھ ملوں گا؟ کون یہ کہیگا۔ کہ یہ اتنا بڑا سنسار انسان کی دائماً ترقی پذیر تہذیب
اندر باہر کی سب رکاوٹوں کو دور کرنیکے لئے اپنی تمام طاقتوں کو متحد کرنے کے لئے انسان کی دوامی کوشش
یہ پرم دکھ اور پرم سکھ کی سادھنا سب جھوٹ اور متھیا ہے؟ جو لوگ یہ سب کچھ جھوٹ خیال کرتے ہیں۔
اُن کے چیت پر کتنے بڑے جھوٹ نے غلبہ پا رکھا ہے۔ جو شخص اتنے بڑے سنسار کو اتنا دھوکا سمجھتا ہے کیا
وہ ستیہ سروپ ایشور کو ستیہ وشواس کرتا ہے۔ جو اُسے بھاگ کر پانا چاہتا ہے۔ وہ اُسے کب اور کہاں پلٹے گا
دوڑے گا تو کہاں تک؟

کیا وہ دوڑتا دوڑتا شونیتا (خلا) میں یکدم بیٹھ جائیگا؟ کبھی نہیں۔ ایسے بزدل جو بھاگنا چاہے گا۔ وہ
اُسے کہیں نہیں پائیگا۔ دلیری کے ساتھ کہو میں ابھی یہیں اس سے مل رہا ہوں۔ بار بار یہی کہتے جاؤ۔ کہ جس طرح میں
ہر ایک کام میں اپنے آپ کو پاتا ہوں۔ اسی طرح مجھ میں جو میرا اصلی اپنا آپ ہے اسکو پاتا ہوں۔ کرم میں ہماری
جس قدر رکاوٹ بے سُراپن جڑتا اور بدانتظامی ہے سب ہی اپنی شکتی اور سادھنا سے دور کرنے ہیں
بلا جھجک یہ کہنے کا حق حاصل کرنا ہوگا۔ کہ کرم میں ہی آنند ہے۔ اسی آنند میں ہی آنند مے (پرماتما) براجمان
ہیں۔

سرشٹ برہم گیانی

اُپنشدوں میں برہم گیانیوں میں سرشٹ اور افضل کس کو کہا گیا ہے؟
اُس کو کہ پرماتما میں جس کا آنند ہے۔ پرماتما میں جس کی کریڑا ہے۔ اور جو کریا وان کام کرتا ہے وہ

برہم گیانیوں میں سرشٹی ہے۔ آنند تو ہے مگر اس بات میں کریڑا نہیں۔ یہ بات ہو نہیں سکتی۔ وہ کریڑا نشکریہ یہ بے حرکت نہیں ہے۔ اسی کریڑا کا نام ہی تو کرم ہے۔ جن کا برہم میں آنند ہے۔ وہ کرم کئے بغیر کیونکر رہ سکتا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی ایسا کام کرنا ہی پڑیگا جس سے کہ وہ چھپے ہیں برہم کا آنند باہر پرکاشمان ہوگا اسی لئے جو برہم گیانی ہیں۔ وہ آتم رتی ہوتے ہیں یعنی پرماتما میں ہی اُن کا آنند ہوتا ہے اور اسی طرح جنکی پرماتما میں کریڑا ہے اُن کے سب کام پرماتما میں ہی ہوتے ہیں۔ اُن کا کھیلنا۔ پہننا۔ کھانا۔ سونا ہی کیا آنند پرکاش کرنا سب کچھ ہی پرماتما کے آدھار ہوتا ہے۔ وہ کریاوان ہوتے ہیں۔ وہ جب برہمانند کا بھوگ کرتے ہیں اس کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جس طرح شاعر کا آنند اسکی شاعری میں صانع کا ہنر اسکی صنعت میں، شوہر کا آنند اظہارِ طاقت میں گیانی کا آنند نئے نئے تتو معلوم کرنے میں اپنے آپ کو بیرونی کام کی شکل میں ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح برہم گیانی کا آنند زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں سچائی۔ خوبصورتی۔ ترتیب اور بھلائی کے ذریعے اننت پرماتما کو پرکاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

برہم کا دان

برہم بھی تو اپنے آنند کو اسی طرح پرکاش کرتے ہیں کہ

"وہ اپنی کئی طرح کی شکتیوں کے ذریعے انیک جیوؤں کی انیک اندرونی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ سب کی اندرونی ضرورت تو وہ آپ ہی ہیں۔ اسلئے وہ اپنی بیشمار طاقتوں کی لہروں میں وہ اپنے آپ کو مختلف شکلوں میں دان کر سکتے ہیں۔ وہ اس لئے کام کرتے ہیں کہ کام کے بغیر وہ اپنے آپ کو دے نہیں سکتے۔ اُن کا آنند اپنے آپ کو تیاگ رہا ہے۔ اسی کا نام سرشٹی ہے۔"

ہماری ہستی بھی یہیں مبارک ہوتی ہے یہیں برہم کے ساتھ ہمارا میل ہے۔ اپنی بیشمار طاقتوں کو خرچ کر کے ہمیں بھی اپنا دان کرنا ہوگا۔ وید اُسے "آتم دا بلدا" کہتے ہیں یعنی صرف یہی نہیں کہ وہ ہمیں اپنا دان کر سکتے ہیں۔ اسلئے بیشمار شکتیوں سے جو ہماری ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ اُن سے ہی رشی پرارتھنا کرتے ہیں کہ

وہ ہماری سب سے بڑی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہمیں شبھ بدھی (عقل مبارک) دان کریں۔ صرف اسی بات سے کام نہیں چلتا کہ وہ اپنی بیشمار طاقتوں کے ذریعے ہماری ضروریات کو پورا کر دیتے ہیں ہمیں یہ شبھ بدھی پراپت ہونے پر ہم بھی [illegible] کے ساتھ کام کرنے کے لئے [illegible] اُن کے ساتھ

ہمارا یوگ سمپورن ہو جائیگا شبھ بدھی وہی ہے۔ جس سے سب کی غرض ہماری اندرونی غرض ہو جاتی ہے جس بدھی سے کل کے کام میں اپنی طاقتوں کو خرچ کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ جب ہم اس شبھ بدھی سے کام کرتے ہیں۔ تب ہمارے کام باقاعدہ ہوتے ہوئے بھی مشین کی طرح جبری نہیں ہوتے۔ آتما کی ترقی کے ہوتے ہیں اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے نہیں۔ پھر ہمارے کام عام لوگوں کی اندھا دھند نقل یا مروجہ رسم و رواج کی بزدلانہ پیروی نہیں ہوتے۔ تب جس طرح ہم جگت کے تمام کرم برہم سے آرمبھ ہو کر برہم میں ہی آ کر سماپت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے کرموں میں بھی وہی شروع میں اور وہی انجام میں منظر آئیں گے۔ تب ہمارے سب کام شانتی کلیان مے اور آنند مے ہو جائینگے۔

نوٹ:۔ کرم یوگ کا مطلب یہ ہے۔ کہ بجائے ایشور کی خوشامد کرنے کے نہایت مردانگی اور سرگرمی سے وہ تمام فرائض ادا کرے۔ جو کہ بطور انسان کے اس کے سپرد کئے گئے ہیں۔ ایسا کرنیوالا دنیوی فرائض کی ادائیگی میں ہی ایشور کو پالیگا۔ وہ لوگ جو کہ کام کاج کچھ نہیں کرتے اور محض ایشور کی خوشامد میں ہی سب کام پورے کرنا چاہتے ہیں وہ ایشور سے دور ہیں۔ کاہل لیکن خوشامدی نوکر کی نسبت محنت سے کام کرنے والا نوکر چاہے وہ خوشامد نہیں کرتا۔ مالک کو زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اسلئے اے منشو! ایشور کی برکت اور مدد محض فرائض کی ادائیگی اور محنت میں ہی شامل حال ہوتی ہے۔ نکمے اور بیکار بیٹھکر اپنے فرائض دنیوی ترک کرنے محض مالا پھیرنے والے ایشور سے بہت دور رہتے ہیں۔ اول اپنے فرائض انسانی ادا کرو۔ پھر ایشور کی یاد بھی کرو۔ تو آپ بغیر یوگ کرے ایشور کو پالوگے۔ یہی کرم یوگ کا منشا ہے۔ اگر بھارت باسی اس راز کو سمجھ جائیں۔ تو آج تمام دکھ درد دور ہو سکتے ہیں۔ غیر ممالک والے کرم یوگ کے عامل بن رہے ہیں اسلئے بھگوان ان کے ساتھ ہیں۔ جب ہم کرم یوگ پر عمل کرینگے تو بھگوان کی مدد فوراً ہمارے شامل حال ہو جائیگی۔ اس مضمون کو کئی بار پڑھیں کیونکہ اس میں انسان کی نجات ہے۔

٥:٥:٥

یوگ سادھن

گیان

گیان کیا ہے اور کس بات میں ہے؟ ہمیں گیان اور اس کے سادھنوں میں تمیز کرنی چاہئے اور سادھنوں

میں بھی آلات (نیتروں) اور ان کے اعمال کے درمیان بھی امتیاز کرنا چاہئے +

چشمۂ علم اندر ہے

گیان کے معنے ہیں آگاہی۔ جاننا کسی وستو کو اپنے چیتنیہ میں کسی شے کو اپنے درک میں لانا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ چیزیں کہاں سے ہماری چیتنیا (درک) میں آتی ہیں۔ اہل مغرب جواب دینگے باہر سے لیکن ہمارا یہ جواب ہے کہ اندر سے۔ خود درک (چیتنیا) سے ہی یہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ہر قسم کے گیان میں چیتنیا ہی کسی ایسی شے پر عمل کرتی ہے۔ جو خود چیتنیا کے اندر موجود ہے +

ترتیب ظہور

سب سے پہلے ہر ایک شے جو ہم جانتے ہیں پر برہم یعنی ہماری ناقابل تقسیم اور عالمگیر روحانی ہستی کے اندر موجود رہتی ہے مگر وہاں ظہور کی بجائے حالت اخفا میں رہتی ہے اس کے بعد خالص چیت میں آتی ہے جہاں تمام چیزیں شکل۔ نام و صفت کے تصورات کے طور پر جنم لیتی ہیں۔ بعد ازاں وہی شے کارن یا مہت میں جو چیتنیا کی علتی۔ نوعی اور معراجی حالت ہے۔ نام شکل و صفت اختیار کرتی ہے۔ اس سے آگے چل کر وہی شے سوکشم میں جو چیتنیا کی لطیف ذہنی اور لچکدار حالت ہے آکر تبدیلی اور ترقی کے قابل ہوتی ہے اس سے بھی ایک درجہ آگے بڑھکر وہی شے ستھول میں جو چیتنیا کی مادی اور ارتقائی حالت ہے واقعی طور پر تبدیلی اور ترقی پاتی ہے +

کارن میں کوئی ترقی یا وکاش نہیں۔ وہاں کبھی کچھ نہیں بدلتا سب کچھ ابدی ہے۔ کارن ہی سیم رہتا ہے۔ سوکشم میں تبدیلی کیلئے تیاری ہوتی ہے۔ یہ تخیلات سے پر اور غیر حقیقی ہے۔ اسی لئے یہ سوپن (خواب) ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ واقعی طور پر جھوٹ ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ کارن یا ستھول پر فی الفور عمل نہیں کر سکتا۔ ستھول میں سب کچھ وکاش پاتا ہے۔ یہ جزوی طور پر ستیہ ہے۔ یہ پہلے ستیہ کو انرت (غیر حقیقی) میں بدلتا ہے اسے ہی موت یا بربادی کہتے ہیں۔ اور پھر انرت کو نئے ستیہ میں بدلتا ہے اسی کا نام پیدائش ہے۔ کارن میں پیدائش اور موت کچھ نہیں وہاں سب کچھ سدا موجود ہے۔ صرف نوع سے نوع اور تکمیل سے تکمیل کی طرف تبدیلی ہوتی ہے +

سائنس فلسفہ اور یوگ

اس لئے جاننے کے معنی ان تینوں حالتوں میں سے کسی ایک یا سب میں کسی شے سے آگاہ ہونا ہے۔ ستھول کا گیان سائنس ہے۔ سوکشم کے گیان کو فلسفہ۔ مذہب اور علم مابعد الطبعیات کہتے ہیں۔ کارن کا گیان یوگ کہلاتا ہے۔ انسان ستھول کو من اور حواس کی مدد سے اور سوکشم کو قوت استدلال یا عقل ملہم کی

ردسے جانتا ہے۔ اور وہ کارن کو گیان یا آتم انوبھو ر کشف روحانی سے جانتا ہے +

سائنس اور گیان کا فرق

اس واسطے پورن گیان میں تین عمل موجود ہوتے ہیں :-

(۱) بیرونی علم یا تجربہ +

(۲) اس شے کے متعلق اپنی سمجھ بوجھ کو عقلی طور پر بیان کرنا +

(۳) اندرونی یا روحانی علم +

سائنسدان تلے سے شروع کر کے چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوگی چوٹی سے شروع کر کے اپنے علم کے ثبوت کامل کیلئے نیچے کی طرف اترتا ہے۔ تم سائنسدان نہیں ہو۔ بلکہ سادھک (سالک) ہو۔ اسلئے تمہارے لئے گیان کے معنی ہیں پہلے ایک شے کو اندرونی علم (دھیان) سے جاننا۔ پھر اس کے متعلق سوچکر اور اسے معنی اور لفظوں کر اسے خیال کی شکل میں لانا۔ اور بعد ازاں اپنے اندرونی تجربے کا بیرونی یا مادی علم کے ذریعے کا امتحان کرنا +

وشے گیان

مثلاً تم ایک آدمی دیکھتے ہو۔ تم معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کہ وہ کون ہے۔ کیا سوچتا ہے۔ کیا کرتا ہے سائنس یا مادہ پرست آدمی ان باتوں کو جاننے کے لئے اس آدمی پر نظر بھر کر یہ دیکھتا ہے کہ وہ کس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اس کی تقریر اور چہرے سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے اعمال کیا ہیں۔ اور وہ کن لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے +

یہ سب شے گیان (خارجی تجربہ) ہے۔ پھر اس تجربے سے قیاس کرتا ہے کہ جب وہ ایسی باتیں کرتا ہے تو سوچتا بھی اسی طرح ہوگا۔ اس کا چہرہ اور چال چلن بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس طرح وہ قیاسات دوڑاتا رہتا ہے۔ اگر وہ اس طریق پر سب باتیں معلوم نہ کر سکے تو اپنے تخیل اور یادداشت سے کام لیتا ہے یعنی اپنے لوگوں کے اور اپنی انسانی زندگی کے متعلق اس تجربے سے مدد لیتا ہے۔ جو ذاتی مشاہدے۔ مطالعہ کتب یا فسیند سے حاصل کر چکا ہے +

غرض وہ محسوس کرتا ہے مشاہدہ کرتا ہے۔ اختلاف اور مشابہت کے ذریعے مقابلہ کرتا ہے۔ قیاس دوڑاتا ہے۔ نتائج نکالتا ہے خیالی جوڑ توڑ کرتا ہے۔ اور حافظے سے کام لیتا ہے۔ اور ان اعمال کے مجموعی نتیجے کو دلیل علم اور واقفیت کا نام دیتا ہے اس طریق پر وہ اصل میں قیاس غالب پر پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے اس بات کا قطعی طور پر یقین کرنا ناممکن ہے کہ اس کے نتائج یا اس کے خیالات واقعی طور پر صحیح

ہیں سوائے اس واقعی تجربے کے جو چکھنے۔ چھونے۔ سونگھنے۔ سُننے اور دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ان احساسات کے سوائے ہر ایک شے میں مادہ پرست آدمی شک لاتا ہے۔ اس کیلئے صرف وہی بات سچ ہے جو حواس سے محسوس کرتا ہے یا اس کے احساسات کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے ؎

یوگی کا گیان

یوگی کیا کرتا ہے وہ صرف اپنے آپ کو بذات خود شے کے تعلق میں رکھ دیتا ہے۔ اسکی شکل نام اور صفت کے تعلق میں نہیں بلکہ اس شے کی اپنی ذات کے تعلق میں۔ خواہ اس نے اس شے کی نہ کبھی شکل دیکھی ہو نہ کبھی اس کا نام سُنا۔ یا اسکی صفت کا تجربہ حاصل ہو۔ پھر بھی وہ اس شے کو جان سکتا ہے وجہ یہ ہے کہ وہ بذات خود شے ہے۔ اور اس کے اندر یعنی منش کے اندر بھا کارن کے اندر موجود اور اس کے ساتھ ایک ہے۔ وہاں ہر شے آتما سے مل رہی ہے۔ اور آتما کے ساتھ اسطرح کلی طور پر ایک ہے کہ صرف اسکے ساتھ تعلق قائم کرنے سے میں اس کے متعلق سب کچھ جان سکتا ہوں کوئی کوئی یوگی اس درجہ پر پہنچتا ہے لیکن میں کارن میں ہی اپنے آپ کو اس شے کے تعلق میں رکھ کر بھاؤ سے اس کو جان سکتا ہوں یعنی اپنے آپ کو اپنی رُوح کو اس شخص یا اس شے کی رُوح کے ساتھ جس کا مطالعہ مطلوب ہے رکھ دیتا ہوں۔ میرے اندر کی پرگیا اس شے کی اندرونی پرگیا کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ صرف ساکن ہونے اور بدھی میں اسکی طرف تکنے سے۔ اگر میری بدھی کچھ بھی پوتر ہے اگر میرا من شانت ہے تو اس کے متعلق بھاؤ یعنی رُوحانی یا باطنی تجربے کے ذریعہ سچائی معلوم کر لیتا ہوں

باطنی علم کو خیالی جامہ پہنانا

پھر جس شے سے میں نے یوگ کا علم حاصل کیا ہے۔ اس کو واضح اور مشخص بنانے کے لئے اس کو ذہن کے سامنے عقلی طور پر بیان کرتا ہوں یعنی اس کے متعلق سوچتا ہوں۔ یوگ کے ذریعے تصورات ایک ظہور پذیر رادیکت (؟) حالت میں حاصل کئے ہیں اب وہ لفظی جامہ پہن کر خاص معنی (ارتھ) اختیار کرتے ہیں اسی کا نام خیال ہے اکثر لوگ دھندلے طریقہ پر سوچا کرتے ہیں اور نامکمل الفاظ اور جزوی معنوں کے ذریعے اپنے خیال کو ادھورے پن سے ظاہر کرتے ہیں سکتا ہے کہ وہ ایک شے کو سوچے بغیر جانتا ہو۔ مگر جب وہ سوچتا ہے تو روشن اور مکمل طور پر سوچتا ہے ؎

یوگی اور یکتی

یوگی کو جب کبھی ضرورت ہوتی ہے اپنی قوتِ استدلال کا استعمال کرتا ہے۔ مگر سائنسدان کی طرح نہیں وہ اپنی ادیش شکتی کسی شے کو دیکھکر اسے خیالی شکل دیتا ہے۔ پرکیش گیان اسے ارتھ (معنی) ایشور پر یناوک (لفظ) اور سہج گیان صحیح نتیجہ بتلاتے ہیں۔ وویک اسے غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگر یوگی

دلیل بازی سے یہ کام لینا چاہیے تو صحیح گیان اُسے صحیح دلائل مہیا کرتا ہے منطقی آدمی کی طرح اُسے ایک مقدمہ سے دوسرے مقدمے کی طرف جانے کی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑتی +

باطنی علم اور بیرونی تجربے کی مطابقت

آخرکار یوگی اپنے انتر گیان کو خارجی دُنیا کے واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھتا ہے۔ وہ صرف ایک شخص یا منظر جاننے یا اُس کا تصور جاننے سے اُس کے متعلق سچائی معلوم کرکے اس کو خیالی شکل دے چکا ہے اب وہ اُس آدمی کے عمل و تقریر وغیرہ کے ساتھ اس خیال کا مقابلہ کرکے دیکھتا ہے۔ سچائی کا امتحان کرنے کے لئے نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایک آدمی کے عمل و تقریر وغیرہ اُس کی صرف جزوی طور پر ظاہر کرتے ہیں اور محقق کو غلطی میں ڈال دیتے ہیں بلکہ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ جو سچائی اس نے کارن میں دیکھی ہے۔ وہ ستھول میں کسی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ وہ انسان کی بیرونی زندگی پر یہیں تک اعتبار کرتا ہے جہاں تک کہ وہ اس گہری سچائی کے مطابق ہے۔ جو اس نے یوگ دوارا معلوم کی ہے +

ہماری مشکل اور اس سے بچنے کی تدبیر

اب تم نے یوگی اور سائنس دان کے درمیان بے انداز فرق دیکھ لیا مشکل صرف یہ ہے کہ تم نے حواس اور قوت استدلال کے عادی ہو کر اپنی اعلیٰ طاقتوں کو ان کے ماتحت بلکہ ان سے خارج کر رکھا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ تمہاری اعلیٰ طاقتیں اب کام نہیں کر سکتیں +

اگر تم پہلے ہی بھاو اور تم گیان سے شروع کرتے تو کیا ہی آسان بات تھی! اب بھی یہ بات ہو کر رہے گی۔ لیکن پہلے تمہیں ادنیٰ عقل من اور اندریوں سے آزاد ہو کر اپنی اعلیٰ طاقتوں کو جگانا چاہیئے۔ تب وہ تمہارے لئے دیکھنے سُننے اور سوچنے کا کام کرنے لگیں گی +

پہلے اپنے سنسکاروں کو ٹھیک کرو۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں اور کہوں گا۔ اس کو عقلی طور پر اچھی طرح سمجھ لو۔ پھر قوت ارادی کے استعمال سے استدلال تخیل حافظے۔ خیال اور احساس کو اس قدر ساکن اور شانت کرو کہ اعلیٰ عقل اپنے آپ کو ان ادنیٰ طاقتوں سے جُدا اور مختلف جان سکے۔ جوں جوں اعلیٰ طاقتیں اپنے آپ کو ادنیٰ طاقتوں سے جُدا کر کے اپنے عمل میں ترقی کرتی جائینگی۔ توں توں ادنیٰ طاقتیں جن کا پہلے ہی نادر ہو چکا ہے۔ اپنے عمل میں لگاتار کمزور ہوتی جائینگی اور انجام کار تمہیں کبھی دق نہ کرینگی +

اسلئے پہلے اچھا شکتی کا استعمال کرو۔ یہ شکتی گیان جگائیگی۔ پہلے کالی (قوت ارادی) اور پھر سرسوتی (معرفت) اب میں مختلف طاقتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا +

ایامِ طفلی

ہائے وہ ایامِ طفلی ہائے وہ وقتِ قرار　　ہائے وہ عہدِ تغافل ہائے وہ لیل و نہار

ہائے وہ دن پاک تھا عصیاں سے جب اپنا وجود　　جب عیاں تھی ہم میں بیشک شانِ ست کردگار

ہائے وہ دن جب کوئی دل ہم سے آزردہ نہ تھا　　حرف آتا تھا زباں پر اپنے جو وہ خوشگوار

دیکھتے تھے شوق سے نظارۂ ارض و سماء　　یونہی ہم کرتے تھے حمدِ صنعتِ پروردگار

نیک و بد سے کچھ زمانہ کے نہ تھی اصلا خبر　　سادگی اپنی روش تھی راستی اپنا شعار

ہر جگہ سامانِ دلچسپی عیاں تھا سربسر　　کوئی شے نزدیک اپنے تھی نہ اصلا بے وقار

تھا نہ ہمدردی میں اپنے کچھ بناوٹ کا لگاؤ　　اشک تھے پانی نہ بہاتی تھی چشمِ اشکبار

کچھ تنفر سے نہ تھا مطلب نہ تکبر سے تھا لوث　　چاہتا تھا جو ہمیں ہم بھی اسے کرتے تھے پیار

گو کہ تھے معصوم ہستی کی تھی اپنے خبر　　قلب میں یکسر بھری تھی الفتِ خاک و غبار

دوست اور دشمن میں کرتے تھے نہ مطلق امتیاز　　اک جگہ پاتے تھے اپنی آنکھ میں اغیار و یار

فرض تھا اپنے بزرگوں کے طریقہ پر عمل　　خود سری سر میں نہ تھی دل کو نہ تھا کچھ اختیار

بخش دیتے تھے خطائیں بھولتے تھے سختیاں　　تھی نہ کینہ سے غرض نے بغض تھا اپنا شعار

نقش تھا گویا ہمارے دل پہ انجامِ غرور　　اسلئے چلتے نہ تھے اکڑے ہوئے مستانہ وار

دور ہم سے رہتی تھی تاریکیِ کذب و دروغ　　اپنی باتوں میں چمکتی تھی شعاعِ اعتبار

ہم میں جو اطوار تھے وہ سب کے سب تھے دلفریب　　ہم میں جو انداز تھے وہ تھے ہمہ تن غمگسار

کس قدر اہلِ زمانہ ہم کو رکھتے تھے عزیز　　اپنی جا ہر بزم میں تھی ہر دل میں تھا اپنا گزار

تھی خود آرائی کی بو نے خودستائی کی ہوس　　قدرتی جو شے تھی وہ بھی صاف ہم میں آشکار

گو طبیعت اپنی تھی لاریب محتاجِ مدد　　پھر بھی اپنا کام خود کرنے میں تھا ہم کو وقار

شکوۂ حق تھا زباں پر نے گلہ تقدیر کا　　کاٹتے تھے صبر سے ہنس ہنس کے دردِ بےشمار

مائلِ نیکی ہمیں رکھتی تھی توفیقِ نہاں　　جانتے تھے آپ معنیِ حیاتِ مستعار

کس قناعت سے بسر ہوتی تھی اپنی زندگی　　غم نہ دیتی تھی خزاں راحت نہ لاتی تھی بہار

پاک و سچے پیار سے ماں کے فقط ہم شاد تھے　　تھا نہ عشقِ بت نہ تھی کچھ حسرتِ بوس و کنار

تاڑ جاتے تھے نگاہِ شفقتِ انظارِ خشم — پر نگاہِ ناز ہوتی تھی کلیجہ کے نہ پار

گو لبھا لیتا تھا اکثر ہم کو حسنِ دلفریب — پردہ تھی خاموش توصیفِ خدائے کردگار

ہائے ناحق تھیں یوں ہر دم ہمیں فکرِ دہر — ہر نفس تھا اسطرح جی کو نہ اپنے انتشار

روز بنتے تھے نئے سیارے شرارِ آسمان — ہائے یوں منہ سے نکلتی تھی نہ آہ شعلہ بار

کچھ خبر رکھتے تھے اس دورِ ترحم میں نہ ہائے — ہم کبھی ہونگے ایک دن نخچیرِ جورِ روزگار

وہ بھی اک دن تھا کہ تھے تسکینِ خستہ دلان — ہائے اب وہ دن ہے خود ہی ہو رہے ہیں دلفگار

آہ اے ایامِ طفلی! آہ دورِ انتعاش! — آہ اے نقشِ فریبِ ہستیِ ناپائدار

آہ اے عہدِ فراغت! آہ اے وقتِ نشاط — یاد کرتی ہے تجھے رو رو کے اپنی جان زار

سحر مشہورِ زمانہ ہے جہاں کا انقلاب
کاش آجاتے وہی دن پھر پھر اکر ایک بار

دل کا جسم پر اثر

خوش رہو کوئی نشہ استعمال نہ کرو اور پوری طرح آرام کرو۔ پھر دروازہ ڈاکٹر کے لئے بند کردو۔ یعنی اگر ان تینوں پر عمل کروگے۔ تو کسی بیماری کے لئے ڈاکٹر بلانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

من کا خیال کرو۔ قویٰ کا اثر بدنی صحت پر بہت کچھ پڑا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب آدمی بیمار ہوتا ہے۔ تو دل ہر وقت پژمردہ اور ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب دل کو کسی رنج و غم کا صدمہ پہنچتا ہے۔ تو جسم بھی طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بدنی تکلیف کے ہوتے آدمی کا بشاش و خوش ہونا ممکنات سے ہے یعنی ممکن ہے کہ ایک آدمی ہر طرح سے خوش و خرم ہو لیکن اس کے پاؤں پر زخم ناسور ہو۔ یا خارش داہنے ہاتھوں پر ہو لیکن یہ کبھی ممکن نہیں کہ جس شخص کے دل کو صدمہ پہنچا ہو۔ وہ آرام سے ہو۔ اور دل کا صدمہ اکثر کوئی نہ کوئی بیماری ضرور پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً دل کے غم اور تفکرات سے سودا جنون اور ضعف بصارت کے امراض اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔

غصہ سے اصلی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اگر اپنی صحت درست رکھنی ہو۔ تو غصہ پر ضرور قابو رکھو۔ غصہ اور جذبات کسی بری خبر یا کسلانے والے الفاظ کے سننے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی عزیز کے متعلق کوئی بد خبر یا کسی دینی بزرگ کی شان میں گالی۔ تمام حکیم اس بات پر متفق ہیں کہ

غصہ کے سبب اعصاب، دماغ اور ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور دل اپنے فعل سے قریباً ہٹ جاتا ہے۔

غصہ خطرناک ہے زیادہ غصہ کے سبب چونکہ دل کی حالت خراب اور دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ اسلئے اکثر خفت عقل اور جنون کے امراض ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ آدمی یکا یک مر جاتا ہے۔

دل اور ہاضمہ کا تعلق جب طبیعت خوش رہتی ہے تو غذا جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ اور بدن کو پوری پوری غذا پہنچتی ہے لیکن جب دل پر رنج اور ملال ہوتا ہے تو کھائی ہوئی غذا بالکل ضائع ہو جاتی ہے اور بدن کو کوئی غذا نہیں پہنچتی۔

خوش طبعی عمدہ دوا ہے۔ زندگی کو بڑھانے کیلئے دل کا خوش رکھنا ضروری ہے۔ ایک دانا کا قول ہے کہ جب آدمی ہنستا ہے تو اس کی زندگی کا کچھ حصہ بڑھ جاتا ہے اور جب وہ غم کرتا اور غصہ ہوتا ہے تو ہڈیوں کا مغز تک سڑ جاتا ہے ہنسی خوشی سے صحت کو وہ فائدہ پہنچتا ہے کہ دواؤں سے کبھی بھی کسی طرح سے نہیں پہنچتا۔ اسلئے جو شخص بےفکر رہتا ہے وہ بہت موٹا ہو جاتا ہے۔ جو شخص خوش طبع دوستوں میں رہکر ہنسی خوشی میں وقت کاٹتا اور عمدہ نظارے دیکھتا ہے وہ اپنے گھر اہل خانہ اور اطفال سے خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اسکی صحت اس شخص سے زیادہ اچھی رہتی ہے جو محض ورزش کر چھوڑتا ہے۔ جب آدمی کو ہنسی آتی ہے تو دوران خون اور قوت ہاضمہ و معدہ میں ترقی ہوتی ہے اور ہر ایک عضو کی اصلی طاقت بڑھتی ہے۔

ہنسی مذاق طبی اصول پر مبنی ہے۔ ایک جرمن ڈاکٹر کا بیان ہے کہ دعوت کی مجلسوں میں قدیم زمانہ میں جو مذاق کرنے اور ہنسانے والے آدمی ہوا کرتے تھے۔ اور بادشاہی درباروں میں جو مسخرے بڑی بڑی تنخواہیں پایا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں طبی اصول کے عین مطابق ہیں۔ کیونکہ کھانا کھا چکنے کے بعد ہنسی اور دل لگی ہاضمہ کو قوت دیتی ہے۔ اور غذا پوری طرح ہضم ہو کر صالح خون پیدا ہوتا ہے۔

فکر موت کے اسباب میں سے ایک ہے۔ دل کو ہر وقت رنجیدہ اور غمگین رکھنا بہت امراض کا باعث اور ناگہانی موت کا ذریعہ ہے۔ اسلئے عقلمند لوگ فکر پاس نہیں آنے دیتے ہیں وہ دل کو ہر طرح تسلی دیتے ہیں کہ جو گذر گیا وہ ہاتھ نہیں آ سکتا۔ اس کا رنج کرنا عبث ہے جو آنے والا ہے اسکی امید نہیں خدا جانے موت فرصت دے یا نہ دے۔ جو موجود ہے صرف اسی کی کوشش کرنی چاہئے۔

سخت کام سے آدمی ہلاک نہیں ہوتا صرف رنج اور فکر سے ہلاک ہوتا ہے۔

محنت زندگی کا نمک ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے جو چیز استعمال میں رہتی ہے اسپر زنگ نہیں لگتا۔ سستی اور کاہلی زندگی کا زنگ ہے جو محنتی آدمی پر نہیں لگتا۔ البتہ فکر اور رنج جلد ہی ہلاک کر دیتا ہے جسکی

وجہ یہ بیان کیگئی ہے کہ رنج اور فکر کے سبب دماغ عشا اپنی جھلّی کے بہت سے پٹھے ہر وقت ٹوٹتے رہتے ہیں۔ جو پھر ٹھیک اور درست نہیں ہو سکتے اور پٹھا سست ہو کر رفتہ رفتہ دماغ کو خراب کر دیتی ہے جسکی وجہ سے باقی تمام عضا استا ہو جاتے ہیں کیونکہ دماغ ہی سب کا سردار ہے پس اسطرح پر کوئی نہ کوئی سخت بیماری پیدا ہو کر موت کا سبب ہو جاتی ہے۔

مطالعہ کا نیک اثر صحت پر۔ جن مطالعہ سے طبیعت خوش رہے وہ مطالعہ صحت کو قائم رکھنے اور زندگی کو بڑھانے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ علم کے دنوں میں تو لوگ کھانے کی پروا نہیں رہتی۔ پچاس سال سے زیادہ عمر کا آدمی بخوبی مطالعہ کر سکتا ہے اور پھر پانچ دس گھنٹے اپنے گھر کے کاموں کے لئے بھی دے سکتے ہیں مگر اسے اچھی نیند سونا اور عمدہ غذا کھانا چاہئے۔

مطالعہ کی مقدار۔ ایک آدمی چھ گھنٹے تک بخوبی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ باعث دماغی نقصان ہے جو طالب علم حد سے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ اُن کے اعضا سست قوٰی کمزور اور چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے اور وہ بہت جلد مرض دق اور ضعف جگر میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں۔

صبح کی عبادت صحت کیلئے بڑی مفید ہے۔ ایک بڑے ڈاکٹر کا مقولہ ہے۔ کہ دل کی تسکین اور آرام سے بڑھکر صحت کا کوئی مددگار نہیں۔ اور چونکہ علی الصباح کی عبادت سے دل کو بڑا اطمینان پہنچتا ہے۔ اسلئے صبح کی پوجا بھی صحت قائم رکھنے اور زندگی کو بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔

دل اور جسم کا خفیہ تعلق۔ حکماء نے دل کو منبع حیات قرار دیا ہے۔ کل اعضا سے پہلے اسی میں جان پڑتی ہے۔ اور کل اعضاء کے بعد یہی بند ہوتا ہے۔ تب موت آتی ہے۔ یہی خون پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور خون تمام جسم کے لئے جان اور زندگی کا کام دیتا ہے پس اس دل کا تعلق من سے بہت ہی گہرا ہے۔ اگر من یعنی جی خوش ہوتا ہے۔ تو دل شگفتہ رہتا ہے اور اپنا کام بڑی خوشی سے کرتا ہے۔ اور اگر جی رنجیدہ ہوتا ہے تو دل گھٹ جاتا ہے۔ اور اپنا فعل کم کرتا ہے پس دل کی مطابعت سے کل اعضاء جسمانی دُکھ یا سُکھ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اسلئے دل آزاری سخت گناہ ہے۔ کیونکہ اس سے تمام جسم کو صدمہ پہنچتا ہے۔

دل کو خوش کرنے والی باتیں۔ خوبصورتی۔ خوش آوازی۔ راگ۔ خوش اخلاقی ہنسی دل لگی۔ عمدہ نظارہ۔ خوشبو۔ خوشخبری۔ صبح کی ہوا۔ بادِ نسیم یہ سب باتیں دل کو خوش کرنیوالی ہیں۔

درخواست کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

آج رخصت ہو گیا دنیا سے مہمان قفس

ہائے وحشت کیلئے ہے تنگ میدان قفس
بڑھ نہیں سکتا ہے کیا یا رب دامان قفس

سخت جانی کی ہزاروں سخت کڑیاں توڑ کر
آج رخصت ہو گیا دنیا سے مہمان قفس

سن لیا ہے جب سے آزادی کی یہ تمہید ہے
دلمیں پیدا ہو رہا ہے اپنے ارمان قفس

ہے خفا گلچیں الگ صیاد بھی ہے تاک میں
ایسی آزادی سے بہتر ہے یہ زندان قفس

مونس غم آہ اس کا سننے والا بھی نہیں
عندلیب زار ہے اور ایں حرمان قفس

خواب میں تصویر آزادی نظر آئی کہیں
خوش سویرے سے نظر آتے ہیں مرغان قفس

ہے کوئی تدبیر ایسی جاں بچے صیاد سے
آؤ سوچیں بیٹھکر آپس میں یاران قفس

لوٹ کر پھر اسمیں آنیکی بہت امید ہے
آج ہی کر لیجئے کچھ عہد و پیمان قفس

آب و دانہ کی ہوس شوق غزلخوانی کلیم
دل میں پیدا ہو رہے ہیں اپنے سامان قفس

سچی بہادری

وہ شخص جو جرأت کے ساتھ خطرہ کا مقابلہ کرتا ہے بہادر کہلاتا ہے کسی نیک مدعا کو پیش نظر رکھکر جرأت سے ناگہانی آفت کا سامنا کرنا بہت ٹھیک ہے۔ مثلاً کسی مخلوق کو موت یا ضرب سے بچانا ایکسی ڈاکو یا چور سے اپنے مال و اسباب یا جانوں کو نقصان پہنچنے دینے سے محفوظ کرنا۔ اور اپنے وطن اور ملک کی دشمنوں کے دستبرد سے اور حملوں سے حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ مگر کسی بدی اور سیہ کاری میں جرأت دکھلانا کوئی بہادری کا کام نہیں +

کوئی ڈاکو نڈر اور ہو سکتا ہے۔ ایک قوم کسی دوسری قوم پر محض اسکی آزادی کو نقصان پہنچانے کی خاطر دلیری سے حملہ آور ہو سکتی ہے۔ مگر ان سب معاملات میں زور آزمائی بہادری نہیں گنی جا سکتی +

فوجی کمان افسروں کو اکثر بلا استحقاق ذاتی بہادر کہنے لگتے ہیں۔ درحالیکہ وہ اس پاک اعزاز کے حقیقی مستحق نہیں ہے وہ اپنی لڑائیوں میں فاتح ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ نیک و پاک مدعاؤں کی خاطر دھرم کو مدنظر رکھکر جنگ آزما نہیں ہے تو وہ سچے بہادر نہیں +

قدیم ہندوستان کے جہاز اور جہازرانی

ہندوستان کی صنعتی ترقی کے راستے میں یہ ایک بہت بڑی مشکل حائل ہے کہ اس ملک میں جہازسازی اور جہازرانی کا فن قریب قریب معدوم ہو چکا ہے۔ بحالیکہ یہ ایسا ملک ہے جسے دیسی جہازرانی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ ہندوستان کی بحری تجارت متواتر بڑھتی چلی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر ملکی جہازرانی پر مدار اور مدار روزافزوں ترقی پر ہے۔ اور اس کے لئے بالواسطہ ہمیں ۲۵ کروڑ روپیہ سالانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے تجارتی تعلقات صرف برّاعظم ایشیا سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصہ سے قائم ہیں۔ ہماری تجارت ایک طرف یورپ اور افریقہ اور دوسری طرف آسٹریلیا اور امریکہ سے ہوتی ہے اس تجارت کی مجموعی مقدار کم وبیش ۳۴۴ر۲ کروڑ روپیہ ہے جس میں ۱۶۱ر۱۸ کروڑ کی درآمد اور ۱۸۲ر۳ کروڑ کی برآمد ہے ہماری یہ ساری تجارت صرف غیر ملکی جہازرانوں کے رحم پر ہے جو ہم سے اپنے جہازات کے استعمال کیلئے حسب منشا کرایہ لے سکتے ہیں۔ ہماری ساحلی اور بندرگاہی تجارت کے متعلق جو روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کی مجموعی مقدار ۴۶ر۲۷ کروڑ روپیہ سے کم نہیں لیکن اس میں بھی آزاد تجارت کی پالیسی سے کام لیا جا رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یہ تجارت صرف قومی جہازوں کیلئے موقوف نہیں بلکہ دنیا بھر کے جہاز اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اسطرح اس تجارت کا ۸۵ فیصدی حصہ ممالک غیر کے جہازوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ اور صرف ۱/۴ حصہ اہل ملک کے لئے بچتا ہے۔

مسافروں کی آمد ورفت کا کاروبار بھی بالکل غیر ملکی جہازرانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے مسلمان زائرین جو مکہ معظمہ اور دوسرے مقدس مقامات کو جاتے رہتے ہیں۔ ہمارے تارک الوطن ہندوستانی جن کی تعداد بالاوسط پچیس ہزار سالانہ ہوتی ہے اور ان کا اسباب جس پر ۲۵½ لاکھ روپیہ سالانہ بطور کرایہ کے صرف ہوتا ہے۔ ان سب کی آمد ورفت کا ذریعہ صرف غیر ملکی جہازات ہیں حتّٰی کہ ولایتی ڈاک لانے اور لے جانے کیلئے بھی کوئی ہندوستانی آگبوٹ کمپنی ایسی نہیں جو محکمہ ڈاک سے ۷۰ لاکھ روپیہ کی سالانہ رقم حاصل کر سکے۔ جو ڈاک کے انتظام کے متعلق آجکل ایک غیر ملکی کمپنی کے ہاتھوں میں جاتی ہے۔ اس بارے میں ہم جس قدر دوسروں کے محتاج ہیں۔ اس کا اندازہ کسی قدر اس بات سے ہو سکتا ہے کہ بحری تجارت کے ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ ٹن مال میں سے صرف ۹۵ ہزار ٹن یا ۰ر۸ فیصدی حصہ ہمارے دیسی جہازوں کو ملتا ہے اور ملکی بندرگاہوں

کے ۶۱ر۲۹ ملین (ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) ٹن میں سے صرف ۴ر۲۲ر۳ ملین ٹن ہمارے جہازوں کے ہاتھ آتے ہیں اور باقی سارا حصہ غیر ملکی جہازرانوں کے پاس جاتا ہے +

ہمارے قومی جہازوں کے بیڑے میں جو آجکل موجود ہے۔ صرف ۱۳۰ جہاز ۸۰ ٹن سے کم کے بحری تجارت کے لایق اور ۲۷۸۰ ملکی بندرگاہوں کی تجارت کے ۲۰۔۲۰ ٹن سے کم کے موجود ہیں۔ گویا ان سب کی مجموعی تعداد ۱۰۴۷ ہے جن میں سب سے چھوٹے جہاز لیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد ایک ایسے ملک یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ایک براعظم کے لئے بالکل ناکافی ہے جس کا ساحل چار ہزار میل بلکہ اس سے بھی زیادہ فاصلے تک پھیلا ہوا ہے +

ہماری جہاز سازی فی زمانہ ایسی محدود حالت میں ہے کہ اس قسم کے کارخانوں میں جن کی تعداد گھٹتے گھٹتے اب ۸ تک رہ گئی ہے صرف ۱۴۳۲۱ آدمی کام کرتے ہیں جو ہر سال گنتی کے چند جہاز بناتے ہیں۔ اور اس سرمایہ کی مقدار جو سالانہ جہاز سازی کے کام میں لگایا جاتا ہے کبھی پانچ چھ لاکھ سے نہیں بڑھی یہ حالت ایک ایسے ملک کی ہے جو کسی زمانہ میں مشرقی سمندروں کی ملکہ کہلاتا تھا +

بلاشبہ ان سب باتوں سے معاملات کی نہایت بری اور خطرناک حالت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ ہماری قومی تجارت اس وقت تک بہ اصلاح ہی قائم نہیں رہ سکتی جبتک قومی جہازات کا ایک معقول بیڑہ موجود نہ ہو۔ اس موقعہ پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اب سے صرف ایک صدی پہلے ہندوستان میں جہاز سازی کی صنعت نہایت عمدہ حالت میں تھی اس ملک میں ایسے ایسے جہاز تیار ہوا کرتے تھے۔ جو برطانیہ کلاں کے بادبانوں اور چپوؤں سے چلنے والے جہازوں کے ساتھ ساتھ فیدرائے ٹیمز میں چلتے تھے۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق لارڈ ولزلی بہادر سابق گورنر جنرل ہند کرتے ہیں جنہوں نے ۱۸۰۰ء میں ایک موقعہ پر کہا تھا کہ

"کلکتہ کی بندرگاہ میں دیسی جہاز جس تعداد میں موجود ہیں اور بنگال میں فن جہاز سازی جس تکمیل کے درجے تک پہنچ چکا ہے (اور اس میں ابھی مزید اصلاح اور ترقی کی کافی امید ہے) اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ بنگال کے پرائیویٹ انگریز تاجروں کو بندرگاہ لندن تک اپنا مال پہنچانے کے لئے جس قدر جہازوں کی ضرورت ہوگی۔ وہ بندرگاہ کلکتہ میں مل سکیں گے" +

ایک موقعہ پر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

بندرگاہ کلکتہ میں دس ہزار ٹن باربرداری کے جہاز اس قسم کے موجود ہیں جو ہندوستان کے

بنے ہوئے ہیں اور انگلستان کو مال لے جانے کی قابلیت رکھتے ہیں +

بنگال کی نسبت بمبئی کو جہاز سازی کی اور بھی قدرتی سہولتیں حاصل تھیں۔ کیونکہ بقول لفٹنٹ کرنل اے۔ ڈاکٹر صاحب

بباعث مالابار اور گجرات کے جنگلات کے بمبئی واقع ہونے کے باعث ہوا کے ہر ایک جھونکے کے ذریعہ کافی مقدار میں لکڑی حاصل ہوتی رہتی ہے +

علاوہ بریں بمبئی کے ساگون کی لکڑی کے بنے ہوئے جہاز قدیم انگلستان کے شاہ بلوط کی لکڑی کے بنے ہوئے بڑے بڑے جہازوں کی نسبت اعلیٰ ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۸۱۱ء میں لکھا تھا کہ:-

اندازہ کیا گیا ہے کہ ہر بارہ سال بعد برطانیہ کلاں کے بیڑے کے ہر ایک جہاز کی مرمت کرنا پڑتی ہے برعکس اس کے یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ ساگون کی لکڑی کے بنے ہوئے جہاز پچاس سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصے تک کارآمد رہتے ہیں بمبئی کے بنے ہوئے بہت سے جہازوں کو جب وہ چودہ پندرہ سال چل چکے تو بیڑے کے لئے خرید لیا گیا۔ اور اس وقت معلوم ہوا۔ کہ وہ اچھی طرح مضبوط اور کام دینے کے لئے لائق ہیں۔ سر ایڈورڈ ہیوز نامی جہاز کے متعلق میرا خیال ہے کہ جب اسے بیڑے کیلئے خرید ا گیا۔ اس سے پہلے وہ باعتبار ایک ہندی جہاز کے آٹھ بار سفر کر چکا تھا۔ برعکس اس کے کوئی یورپ کا بنا ہوا ہندوستان تک جانے والا جہاز ایسا نہیں جو محفوظ طریقے پر چھ مرتبہ سے زیادہ سفر کر سکے +

لیکن بمبئی کے ساختہ جہاز دوسرے مقامات کے بنے ہوئے جہازوں کی بہ نسبت نہ صرف زیادہ پائدار ہوتے تھے۔ بلکہ ان میں ارزانی کی صفت بھی پائی جاتی تھی۔ یہی صاحب لکھتے ہیں:-

بمبئی کے بنے ہوئے جہازوں پر انگلستان کے کارخانوں میں بنے ہوئے جہازوں کی نسبت ⅔ حصہ کم لاگت آتی ہے اور اس کے ساتھ ہی جب یہ دیکھا جائے کہ آخر الذکر کو ہر بارہ سال بعد از سر نو مرمت کرنا پڑتا ہے تو اس پر کل خرچ چوگنا ہو جاتا ہے +

جوں جوں یہ صدی گزرتی گئی۔ ہندوستان میں جہاز رانی کا کام زوال پذیر ہوتا گیا حتیٰ کہ اب جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں قریب قریب معدوم ہو چلا ہے۔ ذیل میں جو اعداد درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ بحالت موجودہ ہندی جہاز رانی کس حالت میں ہے:-

	۱۸۵۷ء تعداد	وزن بار برداری (ٹن)
ہندوستانی جہاز جو بندرگاہوں میں داخل ہوئے اور جن پر سے مال اتارا گیا	۳۴۲۸۶	۱۲۱۹۹۵۸

	تعداد	وزن باربرداری (ٹن)
برٹش انڈین اور برطانیہ کلاں کے جہازات	۵۹۴۴	۲۲۷۵۳۷۲

سنہ ۹-۱۸۹۸ء

ہندوستانی جہاز جو بندرگاہوں میں داخل ہوئے اور جن پر سے مال اتارا گیا	۲۳۰۲	۱۳۳۰۲۲
برٹش انڈین اور برطانیہ کلاں کے جہازات	۶۲۱۹	۷۶۸۵۰۰۹
ممالک غیر کے جہازات	۱۱۶۵	۱۲۹۷۰۴

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی جہازوں کا وزن باربرداری برطانیہ کلاں اور غیر ملکی جہازوں کی نسبت نصف تھا۔ وہاں سنہ ۹-۱۸۹۸ء میں گھٹتے گھٹتے صرف ۱/۴۰ حصہ رہ گیا +

اس بات کو زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہندوستانی جہازرانی کا زوال ایک بالکل جدید عمل ہے اور اسپر بھی انہیں اقتصادی قوتوں کا اثر پڑا ہے۔ جن کے باعث ہندوستان سے دستی کرگھوں کی صنعت اُٹھ گئی ہے۔ جیسے اخبار ٹائمز کے ایک نامہ نگار نے بجا طور پر زمانہ حال کا سب سے بڑا صنعتی سانحہ قرار دیا ہے لیکن یہی قول بالکل ٹھیک طور پر ہماری ملکی جہازرانی پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی جہازسازی کی تاریخ جسکے باعث وُہ کسی زمانہ میں ساری مہذب دُنیا کا تجارتی مرکز بنا ہوا تھا کسی لحاظ سے اسکی روئی کی صنعت کی تاریخ سے کم شاندار اور جوش پیدا کرنے والی نہیں۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہندوستان کی اس زمانے کی تاریخ کا بابت بڑے غور و خوض کے ساتھ پڑھیں کیونکہ اس ذریعہ سے ہم میں وُہ اُمنگ اور استقلال پیدا ہو سکتا ہے جو ایک زوال پذیر صنعت کو تازہ دم کرنے کیلئے لازم ہے جس کے ذریعہ ہم پھر ایک بار ہندوستان کو اس شاندار رفعت تک پہنچا سکتے ہیں جو دُنیا بھر کی قوموں سے کسی زمانہ میں حاصل تھی +

ابتدائے تاریخ اور آغاز تحریر سے لیکر ہندوستان اپنی بحری قوت اور تجارت کے لئے مشہور رہا ہے جس کا ثبوت پورے طور پر ہمیں ہندوستان کے السنہ قدیم سے مل سکتا ہے۔ بوہلر کہتا ہے کہ:-

بعض قدیم ہندوستانی کتابوں میں اس قسم کے فقرات جابجا پائے جاتے ہیں۔ جن سے ثبوت ملتا ہے کہ بحر ہند میں نہایت قدیم زمانے میں جہازرانی جاری تھی۔ اور اس کے بعد ایک زمانے میں ہندو تاجر اپنا مال فروخت کرنے کی غرض سے خلیج فارس کے ساحل اور اس کے دریاؤں تک بحری سفر کیا کرتے تھے +

یہ فقرات برہمنی اور بدھ مذہب کے زمانے کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ان کا حوالہ بابو رادھا کمود مکرجی

پروفیسر بنگال نیشنل کالج کلکتہ نے اپنے ایک مضمون کے دوران میں جو ماہ مارچ و اپریل ۱۹۰۹ء کے رسالہ
ڈان میگزین میں درج ہوا تھا دیا ہے لیکن اس موقعہ پر ہمارا مطلب ان حوالوں کو دہرانا نہیں۔ بلکہ ہم
صرف یہ جتانا چاہتے ہیں کہ اس بحری تجارت کے موجود ہونے اور اسکے جاری رہنے سے جس کا پتہ ان حوالوں
سے ملتا ہے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانے میں قومی جہاز رانی نہ صرف موجود بلکہ ترقی پر تھی
کیونکہ بغیر اسکے اس زمانے میں تجارت کے عروج حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بدقسمتی سے سنسکرت
اور پالی زبانوں کے لٹریچر میں گو تجارتی سیاحتوں کے متعلق بہت سے حوالے ملتے ہیں تاہم ان میں بہت کم
ہندوستان کے جہازات اور جہاز سازی سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں جن کے ذریعہ بین الاقوامی رشتے
قائم ہوئے ٭

اتفاق سے ایک سنسکرت زبان کا مسودہ مل گیا ہے جس کا نام "یکتی کل پتر و" ہے۔ اسمیں قدیم ہندوستان
کی جہاز سازی کا ذکر کسی قدر اجمال کیساتھ درج ہے۔ اس کتاب میں جہازوں کے اقسام اور جسامت کے
علاوہ ان مصالحوں کا بھی ذکر ہے جن کے ذریعہ سے یہ جہاز بنائے جاتے تھے۔ غرض ہندوستان کی اس
قدیم صنعت کے متعلق اس کتاب کے اندر یکجا کی گئی ہے ٭

سنسکرت زبان کے علم نباتات کی رو سے جسے "برکش آیوروید" کہتے ہیں۔ لکڑی کی چار بڑی بڑی قسمیں
ہیں۔ ایک تو برہمن ذات کی لکڑی جو ہلکی اور نرم ہوتی ہے اور جسے آسانی کے ساتھ کسی دوسری لکڑی کیساتھ
جوڑا جا سکتا ہے۔ دوسری کشتری ذات کی لکڑی جو ہلکی اور سخت ہوتی ہے اور جسے کسی دوسری قسم کی لکڑی
سے ملایا نہیں جا سکتا۔ تیسری ویش ذات کی لکڑی جو نرم اور بھاری ہوتی ہے۔ اور چوتھی شودر ذات کی
وہ لکڑی ہوتی ہے جو سخت ہونے کے علاوہ بھاری بھی ہو۔ ایک قسم ملی جلی یا دوجاتی لکڑی کی بھی ہوتی
ہے۔ اور اس میں دو مختلف قسموں کے مشترکہ خواص پائے جاتے ہیں ٭

فن جہاز سازی کے متعلق زمانہ قدیم میں بھوج نامی ایک مستند اہل الرائے گذرا ہے جس نے ایک موقعہ
پر کہا ہے کہ کشتری ذات کی لکڑی کا بنا ہوا جہاز دولت اور خوشی لاتا ہے۔ گہرے پانی میں جہاز رانی ایک
خطرناک کام ہوتا ہے عام طور پر اسی قسم کے جہاز استعمال کئے جاتے تھے۔ برعکس اس کے جن جہازوں میں
متفرق اقسام اور مختلف خواص کی لکڑیاں استعمال کی جائیں وہ کسی طرح کار آمد اور آرام دہ نہیں ہوتے۔ اس
قسم کے جہاز زیادہ دیرپا بھی نہیں ہوتے۔ ان کی لکڑی پانی میں گل جاتی ہے۔ اور انہیں ذرا سا بھی صدمہ پہنچے
تو وہ پھٹ کر پانی میں ڈوب جاتے ہیں ٭

یہ بتلانے کے بعد کہ جہاز سازی کے لئے بہترین لکڑیاں کون سی ہوتی ہیں۔ بھوج جہاز سازوں کے

لئے ایک نہایت ضروری ہدایات تنبیہ کی صورت میں درج کرتا ہے جس کا اس جگہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وُہ لکھتا ہے کہ اس بات کی احتیاط رکھنا ضروری ہے۔ کہ سمندری جہازوں کی پیندے کی لکڑی کو جوڑنے کے لئے لوہا بالکل استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں جہازوں پر مقناطیسی چٹانوں کا اثر پڑتا ہے یا ممکن ہے کہ باعث جہاز خود بخود مقناطیسی چٹانوں کے قریب پہنچ جاتے ہیں جس میں سراسر تباہی کا خطرہ ہے۔ یہی باعث ہے کہ جہاز کے پیندے میں لوہے کے علاوہ کوئی اور دھات لگانے کی ہدایت صریح الفاظ میں کیگئی ہے۔ درحقیقت یہ ہدایت اس لحاظ سے نہایت ضروری تھی۔ کہ اُس زمانے میں ہندوستانی جہاز بڑے بڑے گہرے سمندروں میں چلا کرتے تھے ❊

جہازوں اور کشتیوں کی تیاری میں لکڑی کے استعمال کے متعلق بھوج کی ہدایات کے علاوہ وُہ یکتی کل پاترو (یعنی مسودہ محولہ بالا) میں جہازوں کی بلحاظ اُن کی جسامت کے بہت سی قسمیں قرار دیگئی ہیں۔ ابتدائی تقسیم دو جماعتوں پر ہے:۔

الف۔ معمولی یا سامانیہ قسم کے جہاز جو دریاؤں اور ندیوں میں استعمال کئے جاتے ہیں ❊

ب۔ خاص یا وشیش قسم کے جہاز جو صرف بحری مسافتوں کے کام میں آتے ہیں ❊

معمولی جہازوں کی آگے چل کر دس قسمیں دیگئی ہیں۔ جو لمبائی۔ چوڑائی اور گہرائی یا اونچائی کے اعتبار سے بالکل مختلف ہیں۔ ذیل میں ان قسموں کے نام اور ہر ایک کی جسامت ہاتھ یا cubit کے اعتبار سے دی جاتی ہے:۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
کشودر	۲۱	۵ ½	۵ ¼
مدھیم	۳۱ ½	۱۵ ¾	۷
بھیم	۲۰	۱۰ ½	۱۰ ½
چپل	۴۲	۲۱	۲۱
پٹل	۷۳ ½	۳۶ ¾	۳۶ ¾
بھئے	۱۰۵	۵۲ ½	۵۲ ½
دیرگ	۱۲۶	۶۳	۶۳
پترپوٹہ	۱۴۷	۷۳ ½	۷۳ ½
گربھجر	۱۷۸ ½	۸۹ ¼	۸۹ ¼
منتھر	۲۱۰	۱۰۵	۱۰۵

مندرجہ بالا جدول میں معمولی جہازوں کی جو دس قسمیں مذکور ہیں۔ ان میں سے بیٹھے۔ بھیم اور گربھر قسم کے جہاز منحوس خیال کئے جاتے ہیں جسکی وجہ شاید یہ ہو کہ بباعث اپنی جسامت کے وُہ پانی پر موزوں نہ رہ سکتے ہوں خاص قسم کے جہاز سب کے سب وُہ ہوتے تھے جو بحری سفر کیا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی بڑی قسمیں دیرگہ اور اونت ہوتی تھیں جن میں سے اوّل الذکر میں زیادہ لمبائی والے اور آخر الذکر میں زیادہ اونچائی والے جہاز ہُوا کرتے تھے۔ ان میں آگے چل کر دیرگہ کی دس اونت کی پانچ قسمیں ہُوا کرتی تھیں۔ ذیل میں جُدا گانہ طور پر ان میں سے ہر ایک کا نام اور جسامت بحساب پیمانہ ہاتھ (cubit) کے دی جاتی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ خاص دیرگہ قسم کی لمبائی ۲۴۔ چوڑائی ۱/۴ ۵ اور اونچائی ۱/۵ ۴ ہُوا کرتی تھی۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
دیرگھگ	۶۳	۷ ۵/۸	۶ ۳/۱۰
ترنی	۶۳	۷ ۵/۸	۶ ۳/۱۰
مولا	۱۰۵	۱۳ ۱/۸	۱۰ ۱/۲
گنتور	۱۲۶	۱۵ ۳/۴	۱۲ ۳/۵
گمنی	۱۴۷	۱۸ ۳/۸	۱۴ ۷/۱۰
تری	۱۶۸	۲۱	۱۶ ۴/۵
جنگھلا	۱۸۹	۲۳ ۵/۸	۱۸ ۹/۱۰
پلاونی	۲۱۰	۲۶ ۱/۴	۲۱
دھارنی	۲۳۱	۲۸ ۷/۸	۲۳ ۱/۱۰
بگینی	۲۵۲	۳۱ ۱/۲	۲۵ ۱/۵

ان میں سے مولا۔ گمنی اور پلاونی قسم کے جہاز اور نیز وُہ جہاز جو ان تینوں قسموں کے درمیان آتے ہیں منحوس خیال کئے جاتے ہیں۔ اونت جہاز کی پانچ قسمیں حسب ذیل ہیں:۔

نام	لمبائی	چوڑائی	اونچائی
اُردھوا	۴۲	۴۲	۴۲
اندھوا	۶۳	۴۲	۴۲
سودن مکھی	۸۴	۴۲	۴۲
گربھنی	۱۰۵	۴۲	۴۲
منتھرا	۱۲۶	۴۲	۴۲

ان پانچ قسموں میں سے ادھوا اور گربھنی ایسے جہاز ہیں جو تباہی لاتے ہیں لیکن ادھوا قسم کے جہازوں سے بادشاہوں کو بہت منافع ہوتا ہے +

بھوج کا بیان ہے کہ ۵۵ سے ۳۵ سے ۷۵-۴۰ سے ۵۰-۹۰ سے ۱۰۰-۶۰ سے ۷۰-۱۰ اور ۴۸ اور ۹ سے ۹۵۵ ہاتھ کی لمبائی والی کشتیاں بھی تباہی لانے والی ہوتی ہیں +

"یکتی کل پاترو" میں جہازوں کی ہر قسم کی آرائش و زیبائش کا بھی بہت کچھ ذکر ہے۔ جس سے مسافروں کو آرام و آسائش حاصل ہو سکے۔ آرائش کی غرض سے چار قسم کی دھاتوں کی سفارش کی گئی ہے یعنی سونا۔ چاندی۔ تانبہ اور ان تینوں کا مرکب۔ چار مختلف قسم کے جہازوں کے لئے چار قسم کے رنگ تجویز کئے گئے ہیں یعنی چار مستول والے جہازوں کیلئے سفید تین قسموں والوں کے لئے سرخ۔ دو مستول والوں کے لئے زرد اور ایک مستول والے کے لئے نیلا +

جہاز کے اگلے حصے پر مختلف حیوانات کی شکلیں بنائی جاتی تھیں مثلاً شیر ببر بھینسے سانپ۔ ہاتھی شیر۔ وغیرہ کا سر یا ایسے پرندوں کی شکلیں جیسے کہ بطخ۔ مرغابی۔ طوطا وغیرہ۔ بعض حالتوں میں مینڈک یا انسان کی شکلیں بھی بنائی جاتی تھیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں نجاری اور سنگ تراشی کا پیشہ تکمیل کے ایک اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے علاوہ بعض حالتوں میں جہاز کے خوبصورت سروں پر موتیوں کے ہار اور سونے کی مالا بھی لٹکا دی جاتی تھیں +

جہازوں کی کوٹھریوں کے متعلق بھی اس کتاب میں بہت سی دلچسپ تفصیلات موجود ہیں۔ کوٹھریوں کی لمبائی اور ان کے جائے وقوع کے لحاظ سے جہازوں کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے قسم اول کے جہاز جو "سرو مندر" کہلاتے تھے۔ ان میں بہت بڑی بڑی لمبی کوٹھریاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنی ہوئی تھیں۔ یہ جہاز شاہی خزانہ گھوڑے اور عورتیں ایک سے دوسرے مقام تک لے جانے کے کام آتے تھے +

قسم ثانی کے جہاز "مدہ مندر" کہلاتے تھے اور ان کی کوٹھریاں وسطی حصے میں بنی ہوتی تھیں۔ یہ جہاز شاہی سیاحت کیلئے استعمال کئے جاتے تھے اور بارش کے لئے ہر طرح موزوں ہوتے تھے۔ قسم ثالث کے جہازوں کی کوٹھریاں اگلے حصہ کی طرف بنی ہوتی تھیں۔ اور "اگر مندر" کہلاتے تھے۔ یہ جہاز برکھا رت ختم ہونے پر کھلے موسم میں استعمال کئے جاتے تھے۔ کتاب میں مذکور ہے کہ اس قسم کے جہاز طویل بحری سفر کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ اور بحری جنگ میں بھی ان سے کام لیا جاتا ہے +

ہندوستان کے لٹریچر میں جس پہلی لڑائی کا ذکر آتا ہے وہ غالباً اسی قسم کے جہازوں میں لڑی گئی

ہو گی۔ اس موقعہ پر رشی راج تو گرہ نے اپنے بیٹے بھوجیو کو اپنے دُشمنوں کے خلاف کسی دور دراز جزیرے میں بھیجا تھا لیکن ایک موقعہ پر اس کا جہاز عین منجدھار میں ٹوٹ گیا۔ اور اُس وقت جب کوئی شے اُسے سہارا دینے والی باقی نہ تھی۔ بھوجیو اور اس کے ہمراہیوں کو دو شاسولوں نے آبی قبر سے بچا کر اپنے سو ڈانڈوں والے جہاز (Galley) میں بٹھایا۔

ایسے ہی جب پانڈوں بدر کی دوستانہ نصیحت کے ذریعہ اس تباہی سے بچ نکلے جو ان کے لئے تیار کی گئی تھی تو وہ اسی قسم کے جہاز میں فرار ہوئے تھے جس میں تمام ضروری آلات اور جنگی ہتھیار موجود تھے اور جو بحری طوفان کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رامائن میں ایک جگہ پانسو جہازوں کا ذکر آتا ہے جن میں سیکڑوں کیوت جوانوں کو اس غرض سے رکھا گیا تھا کہ وہ دُشمن کا راستہ روکیں وہ بھی اسی وضع کے تھے۔

کالی داس نے اپنی تصنیف "رگھوبنس" میں رگھو کے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ مفتوح دریائے گنگا کے جزیروں پر اپنے فتح کے ستون قائم کر کے واپس چلا گیا اس موقعہ پر اسکی زبردست طاقت کا مقابلہ بنگالیوں نے اسی قسم کے جہازوں سے کیا تھا۔

سنسکرت لٹریچر کے ان حوالوں سے زمانہ قدیم کے ہندوستان میں جہاز سازی اور جہاز رانی کی جو شہادتیں ملتی ہیں ان کی تصدیق کسی حد تک پالی لٹریچر سے بھی ہوتی ہے ہاں ان کی کتابوں میں سنسکرت کی طرح بحری سفر اور بحری تجارت کا جا بجا ذکر پایا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض کے لئے جو جہاز کام میں لائے جاتے تھے وہ حجم میں کافی بڑے ہوتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ سنسکرت کی طرح پالی زبان میں مختلف قسم کے جہازوں کی ناپ صاف طور پر درج نہیں تاہم اس میں جا بجا اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ کس قسم کے جہاز کتنے مُسافر لے جا سکتے تھے۔ اسلئے ایک اور طریقے پر ہمیں ان کی جسامت کا پُورے طور پر ثبوت مل سکتا ہے۔ چنانچہ کتاب راج دلی میں مذکور ہے کہ بنگالہ کے راجہ سمہا باہو نے جس جہاز میں کنور بجے اور اس کے ہمراہیوں کو ان مظالم کے باعث جو وہ رعایا پر کیا کرتے تھے جلاوطن کیا۔ وہ اتنا بڑا تھا۔ کہ اس میں ۷۰۰ سو آدمی جو سب کے سب کنور کے ہمراہی تھے سوار ہو گئے۔ ان کی بیویوں اور بچوں کو بھی جن کی تعداد ۷۰۰ سے زائد تھی سوار کرایا گیا تھا۔

جس جہاز میں کنور سمہالا جو بعد میں بجے کسی نامعلوم مقام سے لنکا کو گیا تھا۔ اس میں اس کے علاوہ پانسو دوسرے تاجر موجود تھے جس جہاز میں بجے کی پانڈی دلہن لنکا پہنچائی گئی تھی۔ وہ بھی بہت بڑا تھا۔ کیونکہ اس میں شہزادی اور اسکی ۷۰۰ سہیلیوں کے علاوہ ۵۰۰ سرکاری افسروں ۵۰۰ نوکروں اور متعدد غلاموں

کی نشست کا انتظام تھا +

بشپ بگنڈیٹ صاحب اپنی کتاب "سوانحعمری گوتم بدھ" میں لکھتے ہیں اور ایک اور کتاب "جنک جاتکا" سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک جہاز کے ٹوٹنے پر اس کے سات سو مسافر اور ملاح جنمیں گوتم بدھ بھی ایک ابتدائی اوتار کی صورت میں موجود تھا سب کے سب غرق ہو گئے +

ہارڈی صاحب کے "رسالہ بدھ مذہب" کے صفحہ ۱۲ پر مذکور ہے کہ سپرک بودھسٹ اوتار کے موقع پر بدھ نے بھروکچھ (موجودہ شہر بھڑوچ) سے "سات رتنوں کے سمندر" تک جس جہاز میں سفر کیا۔ اس میں اس کے علاوہ سات سو اور سوداگر موجود تھے۔ والھاس جاتکا میں جس جہاز کی تباہی کا ذکر آتا ہے۔ اس میں پانچ سو سوداگر سوار تھے +

سمدوبنج جاتکا میں ایک جہاز کا ذکر آتا ہے جو اتنا بڑا تھا۔ کہ اس میں کئی ہزار معزز بڑھیوں کا سارا گاؤں سما گیا۔ یہ لوگ اس وجہ سے فرار ہو گئے تھے۔ کہ انہیں کچھ چوبی اسباب تیار کرنے کے لئے بیعانہ دے دیا گیا تھا۔ مگر وہ اپنے وقت پر تیار نہ کر سکے تھے +

جس جہاز میں سپرک کے بیوپاری ادران تجارت کی غرض سے سرخ ریت والے ملک کی طرف گئے تھے وہ اتنا بڑا تھا۔ کہ ۳۰۰ مسافر بیٹھنے کے بعد اس میں اتنی جگہ خالی بچ رہی۔ کہ واپسی پر وہ بہت بڑی مقدار ایک خاص قسم کی لکڑی کی اپنے ملک کو لے آئے۔ دو برہمی تاجروں تپوسہ اور بھالی کٹ نے خلیج بنگالہ کو ایک ایسے جہاز میں عبور کیا تھا۔ کہ علاوہ دوسرے مال کے اس میں ان کے ذاتی اسباب کے پانچسو چھکڑے موجود تھے +

سانکا جاتکا کا خیر خواہ خلائق برہمن جس جہاز کی مدد سے آبی قبر سے بچایا گیا تھا۔ اسکی لمبائی ۸۰۰ اور چوڑائی ۶۰۰ ہاتھ تھی۔ اور وہ ۲۰ فیدم گہرا تھا۔ اور اس پر تین مستول لگے ہوئے تھے۔ مہا جنک جاتکا کا شہزادہ جس جہاز میں دوسرے تاجروں کے ساتھ سوار ہو کر چمپا سے جہاں آجکل بھاگل پور آباد ہے سورن بھومی کی طرف جو غالباً برہما یا ہندوستان کے کسی ساحل کا نام تھا روانہ ہوا۔ اس میں سات قافلے معہ لدو جانوروں کے موجود تھے +

کتابی حوالوں سے جو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ ان کی تائید کسی حد تک اس شہادت سے بھی ہوتی ہے جو پرانی عمارات کی نقاشی یا قدیم سکوں سے ملتی ہے۔ سانچی کے استوپا نمبر اول کے مشرقی در پر ایک کشتی کی تصویر کندہ ہے جو کھر کھرے تختوں کو سن یا رسیوں سے باندھکر بنائی گئی ہے۔ اس میں جیسا کہ جنرل ایف۔ سی۔ میسلی صاحب اپنی کتاب "سانچی اور اس کے کھنڈرات" کے صفحہ ۴۶ پر

لکھتے ہیں "ایک دریا یا ندی کا نظارہ دکھایا گیا ہے جس پر ایک ناؤ چل رہی ہے۔ اس ناؤ میں تین زاہدانہ صورت کے سنیاسی سوار ہیں جن میں سے دو کشتی کو کھیتے ہیں۔ اور درمیانی شخص کشتی کے کنارے ہاتھ رکھے چار سنیاسیوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جو نہایت ادب کے ساتھ پانی کے کنارے کھڑے ہیں" +

مسٹر اے کیننگھم اپنی کتاب "بھیلسا ٹوپ" کے صفحہ ۲۰۲ پر لکھتے ہیں کہ کشتی میں شاکیہ منی بدھ اور ان کے دو خاص مقلد سوار ہیں۔ اور خود بدھ کا مقابلہ بدھ مذہب کی بہت سی تحریروں میں "زندگی اور موت کے وسیلے سمندر میں کشتی اور چپو" سے کیا گیا ہے لیکن جرنیل میسی کا خیال ہے کہ اس تصویر میں محض ایک اعلیٰ رتبہ کے سنیاسی یا پجاری کی روانگی کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ جسے اس کے مقلد ادب ادب کے ساتھ الوداع کہنے آئے ہیں۔ اور جو کسی خاص مہم یا مشن پر جا رہا ہے۔ اس بارے میں صاحب موصوف جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اول تو اس تصویر کے کندہ ہونے کی تاریخ سے کئی صدی بعد تک بودھ کی کوئی تصویر کبھی انسانی صورت میں نہیں بنائی گئی اور دوسرے یہ تصویر محض ایک معمولی قسم کی تھموں سے بندھی ہوئی ناؤ کی ہے۔ بودھ اعظم کے شایان شان کسی مقدس بجرے کی نہیں +

ہندوستان بھر میں قدیم سنگ تراشی کے جس قدر نمونے ہیں۔ ان میں ایک نہایت اہم اور دلچسپ نمونہ ایک جہاز کا ہے جو سانچی کے استوپ نمبر اول کے مغربی دروازے پر کندہ پایا گیا ہے۔ اس میں پانی کی سطح پر ایک بجرہ تیرتا ہوا دکھایا گیا ہے جس کے اگلے حصہ میں ایک فرضی جانور کی جیسے شیر ببر اور عقاب سے ملتا جلتا خیال کیا جاتا ہے تصویر بنی ہوئی ہے اور پچھلے حصہ میں مچھلی کی دم کی۔ اس بجرے میں ایک خالی تخت پر ایک قنات تنی ہوئی ہے۔ اور دو نوکروں میں سے ایک کے ہاتھ میں چھتر اور دوسرے کے ہاتھ میں چنور ہے تیسرا شخص ایک بڑے چپو کے ذریعے سے بجرے کو چلا رہا ہے +

پانی میں بہت سے آبی پھول۔ شگوفے اور ایک بڑا سا سنکھ ہے اور پانچ آدمی مشکوں کو پھلائے یا تختے کو پکڑے تیر رہے ہیں۔ چھٹا شخص جہاز کے عقبی حصے والے آدمی سے درخواست کر رہا ہے کہ وہ اسے پانی سے نکلنے میں مدد دے +

اس تصویر میں جو بجرہ دکھایا گیا ہے۔ وہ ایک شاہی بجرہ معلوم ہوتا ہے۔ اور آجکل ہندو شرفا میں جو بعض پرانی وضع کے بجرے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی ساخت اسی قسم کے بجروں سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ نظارے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی راجہ اور اس کے درباری پانی کی کسی مصنوعی جھیل میں سیر و تفریح کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی ممکن ہے کہ اس کا پوشیدہ مطلب کچھ اور ہو۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ بجرے کی شکل جیسی کہ اس تصویر میں دکھائی گئی ہے۔ مکر یا مچھ۔ اوتار یا بدھ مذہب کے ٹھکانے سے مشابہ

ہے اور ایسے ہی اہل ہنود کی مذہبی کتب میں متسی یا مچھلی کو وشنو کا اولین اوتار سمجھا جاتا ہے جس نے بعد میں بودھ کا اوتار دھارن کیا تھا۔

اس موقعہ پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاز کے اگلے حصّہ کی جو عجیب و غریب شکل بنائی گئی ہے وہ سنگ تراش کی جدت یا رنگ آمیزی کے باعث نہیں جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی نئی وضع کا نمونہ تیار کرنے کی کوشش میں تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی شکلیں بالکل روایات کے مطابق اور مقررہ طریقوں کے ڈھنگ پر ہیں۔ اور اس لئے ان جہازوں کے اگلے حصّوں کی شکلوں سے ملتی جلتی ہیں جن کا ذکر "دیکتی کل پاترو" نامی کتاب کے اشلوکوں میں جس کا حوالہ ایک سے زیادہ مرتبہ سطور بالا میں دیا گیا ہے پایا جاتا ہے۔

جہاز کی ایک اور تصویر جس کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں نہیں۔ بلکہ یہاں سے بہت دور یعنی بور وبوڈور واقع جاوا میں دیکھی گئی ہے۔ جہاں ہندوستانی فنون نے اعلیٰ ترقی حاصل کی تھی۔ ایک کندہ کی ہوئی تصویر عظیم الشان جہاز کی ہے جس کے بادبان کھلے ہوئے ہیں جسے دیکھ کر سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں ہندوستانیوں کے جاوا میں اپنی نوآبادی قائم کرنے کی تاریخ کا نظارہ منظر کے سامنے پھر جاتا ہے "جہاز جو نہایت شاندار وضع کا اور عمدہ رفتار کے قابل بنا ہوا ہے۔ اپنی قسم کا ایک نادر نمونہ ہے"۔

جیسا کہ ای۔ بی ہیول صاحب اپنی کتاب "ہندوستان کا فن سنگ تراشی و نقاشی" کے صفحہ ۱۲۴ پر لکھتے ہیں "یہ الفاظ کی نسبت زیادہ وضاحت کے ساتھ ان خطرات کو بیان کرتا ہے جو شہزادہ گجرات اور اس کے ہمراہیوں کو ہندوستان کے مغربی ساحل سے روانہ ہو کر اس طویل اور مشکل سفر میں پیش آئے لیکن یہ خطرات اب گذر چکے ہیں ملّاح اب بادبان لپیٹ رہے ہیں اور لنگر ڈال رہے ہیں چھٹی یا ساتویں صدی کے جہازوں کا یہ نمونہ دیکھ کر معاً ہمارے دل میں پانچویں صدی عیسوی کے ابتدائی حصّے کا خیال گذرتا ہے جبکہ اسی قسم کا ایک اور جہاز تین ماہ کے مسلسل سفر کے بعد لنکا سے چل کر جاوا کے ساحل پر پہنچا تھا۔ اس جہاز پر ۲۰۰ کے قریب مسافر تھے جن میں مشہور چینی سیاح فاہیان بھی موجود تھا جس کا ذکر ہندوستان کی معمولی سی تاریخ میں بھی آتا ہے جو اسکول کی ابتدائی جماعتوں میں پڑھائی جاتی ہے یہ بات قابل غور ہے

۱؎ تاریخ جاوا میں مذکور ہے کہ ۶۰۳ء کے قریب گجرات کے ایک فرمانروا کو خبر ملی۔ کہ اس کی سلطنت عنقریب تباہ ہو جائیگی۔ اس پر اس نے اپنے بیٹے کو مع پانچ ہزار آدمیوں کے جن میں کاشتکار۔ کاریگر، سپاہی طبیب اور لکھے پڑھے لوگ شامل تھے۔ بڑے اور ایک سو چھوٹے جہازوں میں سوار کر کے جاوا بھیجدیا۔ جہاں پہنچکر انہوں نے اس تہذیب کی بنیاد رکھی۔ جسکے باعث بور وبوڈور کی کندہ کی ہوئی تصاویر آج تک دیکھی جاتی ہیں۔

کہ بڑے جہاز کے سامنے والے حصّے پر ایک اور چھوٹا جہاز اس غرض سے لگا رہتا تھا کہ دوران سفر میں کوئی حادثہ واقع ہو جائے یا جہاز ٹوٹ جائے تو اس سے کام لیا جا سکے"۔

ہندوستان کے بنے ہوئے جہاز کی ایک اور کندہ کی ہوئی تصویر پوری کے مندر میں دیکھی تھی۔ یعنی پچھلے دنوں اُڑیسہ اور جنوبی ہند کا دورہ کرتا ہوا میں پوری پہنچا۔ جہاں جگن ناتھ جی کے مندر میں مجھے پتھر میں کھدی ہوئی شاہی بجرے کی ایک نہایت نفیس اور زمانہ کی دست برد سے بچی ہوئی تصویر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ تصویر مندر کے اس حصّہ میں بنی ہوئی ہے جسے بھوگ مندر کہتے ہیں اور جس کے متعلق یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصّہ ابتدا سے اس مندر سے متعلق نہیں بلکہ کسی زمانے میں یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر کنارک کے سیاہ پگوڈہ میں لگا ہوا تھا جہاں سے مرہٹے اسے اُٹھا لائے تھے۔ اور بہ لاکھ صرفہ سے اسے اس بڑے مندر میں لگایا تھا۔

فی الحقیقت مندر کے اس حصّے پر جو شاندار کندہ کی ہوئی تصاویر موجود ہیں۔ وہ بالکل ہی الگ معلوم ہوتی ہیں اور جگن ناتھ جی کے مندر کے دوسرے حصّوں میں جو مقابلتاً بھدّی سنگ تراشی کے نمونے موجود ہیں۔ ان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ برعکس اس کے جو شخص سرسری طور پر بھی اس خاص حصّے کی تصاویر کا کنارک کے سیاہ پگوڈہ کے اس حصّے کی نقش کاری سے مقابلہ کرے جو ابتک لب ساحل اپنی شاندار تنہائی کی حالت میں کھڑا ہے وہ فوراً ان کی یگانگت معلوم کرنے لگتا ہے لیکن ان سنگ تراشی کے نمونوں کے علاوہ ایک اور بہت بڑا ثبوت اس بات کا کہ یہ حصّہ کنارک کے ہی مندر سے تعلق رکھتا ہے یہ ہے کہ ان دونوں میں یکساں قسم کا مصالحہ لگا ہوا ہے یعنی سنگ اسود جسے مقامی طور پر مگونی کہتے ہیں وہ سیاہ رنگ کا ستون جو ۳۵ فٹ لمبا اور جگن ناتھ جی کے مندر کے مشرقی یعنی شیروں والے دروازے کے سامنے کھڑا ہے وہ بھی اسی مسالہ کا بنا ہوا ہے اور ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ اسے کنارک کے مندر سے یہاں پہنچایا گیا تھا۔

تصویر میں ایک نہایت شاندار شاہی بجرہ دکھایا گیا ہے جسے بڑے بڑے مضبوط ملاح پوری طاقت سے چلا رہے ہیں حتیٰ کہ غور کرنے سے گویا پانی کی آواز کانوں میں آنے لگتی ہے۔ پانی کی لہریں نہایت خوشنما طور پر بنائی گئی ہیں اور تمام نظارہ دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ نہایت پھرتی اور تیزی سے کام لیا جا رہا ہے گویا فراری کا عمل بڑی جلدی میں انجام پا رہا ہے یا کسی خطرے سے بچنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جہاز کی کوئی کٹہر کی خوشنمائی اور اسکی طرز ساخت کی سادگی خاص طور پر قابل غور ہے۔ اور چھت سے جو زنجیر اس غرض سے لٹکائی گئی ہے کہ اس میں جو شخص بیٹھے وہ اسے مضبوط پکڑے رکھے اور اس طرح گرنے سے بچے۔ وہ واقعی ایک نرالی ایجاد ہے۔

یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ اس تصویر میں شاستروں کا کونسا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ کیونکہ غالباً یہ ایک محض دُنیاوی تصویر یا سامانِ آرائش نہیں ہے بعض پنڈتوں سے اس بارے میں استفسار کیا گیا۔ تو انہیں سے ایک نے خاصی دل لگتی بات کہی۔ چنانچہ اس نے بیان کیا یہ سری کرشن جی کی اس وقت کی تصویر ہے جب انہیں راجہ کنس نے بچانے کے لئے جہاز میں بٹھا کر لئے جا رہے تھے۔ "یکتی کل پاترو" میں جہازوں کی جو قسمیں بیان کیگئی ہیں انہیں سے یہ مدہ مندر قسم کا جہاز معلوم ہوتا ہے +

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھوبنیشور کے عظیم الشان مندر میں جو ہندوستانی صناعی کا بہترین نمونہ خیال کیا جاتا ہے ایک اور تصویر اس قسم کے بجرے کی موجود ہے ایسے ہی مدورا کے مندر میں سورن پشپ کارنی تالاب کے گرد بنی ہوئی غلام گردشوں کی دیواروں پر استر کاری کی جو تصاویر ہیں۔ انہیں ایک نہایت خوشنما تصویر سمندر کی بنی ہوئی ہے جس پر ایک جہاز پورے بادبان پھیلائے چلا جا رہا ہے اور یہ جہاز جسامت میں بورو بوڈور کی تصاویر سے کسی طرح کم نہیں +

ہندوستان میں قدیم سکوں سے جہاز رانی وغیرہ کے متعلق جو شہادت مل سکتی ہے۔ اسمیں سے قابل ذکر معلومات وہ ہیں جو شرقی ساحل کے خاندان اندھر کے اُن سکوں سے جو دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں رائج تھے حاصل ہوتی ہیں۔ ان سکوں پر ایک دو مستول والے جہاز کی تصویر ہے جو بظاہر بہت بڑی جسامت کا معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر ونسنٹ سمتھ صاحب اس علامت کے معنی اپنی کتاب "ہندوستان کی ابتدائی تاریخ" کے صفحہ ۲۰۲ پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ راجہ یجنا سری کی حکومت جو ۱۸۴ء سے ۲۱۳ء تک حکمران رہا صرف خشکی تک محدود نہ تھی۔ اسکی تائید سیول صاحب کی اس رائے سے بھی ہوتی ہے جو اُنہوں نے جدید اڈیشن کے امپیریل گزیٹر کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۲۵ میں بالفاظ ذیل ظاہر فرمائی ہے:-

"ان کی تجارت کا سلسلہ خشکی و سمندر کی راہ سے مغربی ایشیا۔ یونان۔ روما۔ مصر۔ چین اور دوسرے مشرقی ممالک سے قائم تھا"

سطور بالا میں ہم نے قدیم ہندوستان کی جہاز سازی اور جہاز رانی کے متعلق جس قدر شہادت براہ راست مل سکتی ہے۔ اسپر کافی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ شہادت ہر چند کہ تھوڑی ہے تاہم اس سے جو ثبوت ملتا ہے وہ زبردست ہے خصوصاً اس لحاظ سے کہ ہندوستان کی بحری تجارت کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی دلائل موجود ہیں۔ خاتمے پر یہاں صرف اس قدر اور بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی قبل مسیح میں ہندوستان کی جہاز سازی ایک ایسے اعلیٰ پیمانے پر پہنچ چکی تھی۔ کہ نہ صرف سکندر اعظم کو یہاں پہنچکر کشتیوں کا ایک بیڑا مل گیا جس کے ذریعہ اس نے سندھ کو عبور کیا

اور دریائے ہڈیس کی خطرناک موجوں پر پُل باندھا۔ بلکہ اس کے جرنیل نیارکس کو بھی ایک بیڑا اس قسم کا میسر آ گیا جس کے ذریعہ سے اُس نے خلیج فارس کا مشہور سفر پورا کیا۔ اس سفر کے موقعہ پر ملک میں جس قدر کشتیاں اور جہاز مل سکتے تھے۔ ان سب کو بیگار میں پکڑ لیا! اور ان کے ذریعہ ایک عظیم الشان بیڑا تیار کیا گیا تھا جس کے جہازوں کی تعداد بقول ایرین آٹھ سو اور بقول کرٹئیس اور ڈایوڈورس قریباً ایک ہزار تھی لیکن بطلیموس جس کا اندازہ زیادہ صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس موقعہ پر جہازوں کی تعداد دو ہزار سے کسی طرح پر کم نہ تھی۔ اور ان میں آٹھ سو سپاہی کئی ہزار گھوڑے اور بے شمار مقدار خوراک کی موجود تھی +

فی الحقیقت ہندوستانی لکڑی کے ذریعہ ہندی دستکاروں کے بنائے ہوئے جہازوں کا یہ عظیم الشان بیڑا تھا! اور اگر ہم اس حملے کو قابل یقین سمجھیں جو سیمی رامس نے ہندوستان پر کیا تھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے بیڑے کا مقابلہ کرنے کے لئے چار ہزار جہاز دریائے سندھ میں جمع ہوئے تھے۔ ایسے ہی جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ تو اس سے مقابلہ کرنے کو بھی ایک زبردست بیڑا دریائے سندھ کے عمیق پانی پر جمع ہوا تھا +

آئین اکبری میں مذکور ہے۔ کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں سرکار ٹھٹھ واقع سندھ کے جہاز سازی کے کارخانوں میں چالیس ہزار سے زاید چھوٹے بڑے جہاز ہر وقت تیار موجود رہا کرتے تھے لیکن آج یہ حالت ہے کہ ہندوستان بھر کے کارخانے مل کر بھی ۱۲۵ سے زیادہ بڑی کشتیاں سالانہ تیار نہیں کر سکتے کسی نے سچ کہا ہے۔ "ہم انسان ہیں اور ہمیں اُس صورت میں غم کرنا چاہئے۔ جبکہ ایک ایسی بات کا جو کسی زمانے میں عظیم الشان تھی، سایہ تک ہمارے قابو میں نہ رہے +

o(۵)o

بے خطا سمجھے جسے چاہا سزا دینے لگے

عذر خواہی پر بھی جب ظالم سزا دینے لگے
نا اُمید لطف کیا کرتے دُعا دینے لگے

کہدو اپنے ہوش میں آئیں طبیب و چارہ گر
کچھ مرض سمجھے کہ بس یونہی دوا دینے لگے

اُف رے قانون دیار عشق و جرم بے کسی
بے خطا سمجھے جسے چاہا سزا دینے لگے

بندہ پرور یہ بھی ہمدردی کا کیا انداز تھا
مر گیا بسمل تو دامن کی ہوا دینے لگے

ضد اگر انکو ہے ہم مشق جفا کیوں چھوڑ دیں
ہم بھلا کیا ہاتھ سے رسم وفا دینے لگے

آبرو کا پاس تھا جبتک وہ حالت اور تھی
اب تکلف کیا ہے جب مرد رد صد اونے لگے
ضبطِ غم میں دل پہ تکیہ کرنیوالے ہوشیار
شام غم آئی کہ یہ حضرت دغا دینے لگے

شہر میں رہکر کریں کیا ہائے ہم صحرا نورد

اے دلِ رم خوردہ! اے آہوئے ناشاد وطن
مبتلائے دشتِ غربت! خانہ برباد وطن

کیوں زن و فرزند کے ماتم میں ہے اندوہگین
ہے مآلِ کارِ دنیا کا فقط دو گز زمین

تیری بیتی ہم کہیں اے دل! کہ جگ بیتی کہیں
پوٹ دنیا دکھ کی ہے کس کی سنیں کس کی کہیں

یوں تو دنیا ہے بظاہر اِک زنِ عابد فریب
بیوفا لیکن ہے یہ غارت گرِ صبر و شکیب

جس میں بہلائے کوئی دل کو وہ منزل نہیں
بیٹھ رہے جس میں یہ وہ عیش کی منزل نہیں

تھے جو کل تک قصر شہ میں صاحبِ تاج و نگین
آج ویرانے میں ہیں شہر خموشاں کے مکین

وہ ہوئے شہر یاری آہ اب سر میں نہیں
فرق پر طرہ نہیں زریں قبا بر میں نہیں

فرشِ گل پر تھا نہ جن نازک مزاجوں کو قرار
سوتے ہیں خاک پر صحرا میں وہ زیر زمیں

سطوتِ شاہی یہاں محوِ سکوتِ خواب ہے
روحِ گلگشتِ گلستاں کو مگر بیتاب ہے

وہ جوانی اب کہاں وہ شان برنائی کہاں
لطفِ صحبت وہ کہاں وہ محفل آرائی کہاں

بیکسی یاروں کے غم میں نالہ کش اب دلمیں ہے
اپنی لیلیٰ آہ! اب ماتم نشیں محمل میں ہے

کیا لگائیں تجھ سے دل دنیائے فانی دل کو ہم
اک خرابہ ہم سمجھتے ہیں۔ تری محفل کو ہم

آہ دنیائے دنی! تو سخت ہے نا پائیدار
تیری بزم عیش ہے ہنگامۂ رقص شرار

کس کو گل گشتِ چمن کا اے صبا! ہے اب دماغ
دیدِ گل کا ہم اسیروں کے لئے ہے کب دماغ

وہ دلِ زندہ کہاں وہ عیش دنیا اب کہاں
چشم نظارہ کہاں ذوقِ تماشہ اب کہاں

دیدۂ تر سے رواں شام و سحر ہے جوئے خون
آرہی ہے حسرتِ خونگشتہ سے اب بوئے خون

ہم ہیں پابندِ قفس اٹکھیلیاں ہم سے نہ کر
اے نسیم صبحگاہی! شوخیاں ہم سے نہ کر

سیر گل تم کو مبارک ہم صفیرانِ چمن
گیت آزادی سے گاؤ ملکے مرغانِ چمن

ہو گیا جب آہ! اپنی آرزوؤں کا فشار
ہم کو کیا آئے گلستاں میں خزاں یا اب بہار

آہ اے عیشِ زمانہ ہو گیا دِل تجھ سے سرد
شہر میں رہ کر کریں کیا ہائے ہم صحرا نورد

صحبتِ احباب کا وُہ مشغلہ جاتا رہا
ہائے وُہ زندہ دِلی کا سِلسلہ جاتا رہا

الوداع اے جوشِ گل! اے فصلِ باراں الوداع
زندگی ہے آہ! اِک خوابِ پریشاں الوداع

دلچسپ معلومات

مسیح سے پانچہزار سال قبل علمِ جراحی

رائل کالج آف سرجنز پروفیسر کیتھ نے لنڈن رمینگ سوسائٹی کے ممبروں کو میوزیم سے نمونے دِکھلائے۔ جن سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ مصر میں مسیح سے پانچہزار برس پہلے بھی تپ دِق کی ایسی قسم کی وارداتیں ہوتی تھیں جن پر آجکل طبابت پیشہ بہت توجہ دے رہے ہیں۔ آپ نے کہا میں نے دیکھا ہے پندرہ سو برس قبل مسیح میں بھی ایک لڑکے نے بازو پر اسی قسم کی چوبی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جیسی کہ آجکل استعمال ہوتی ہیں پروفیسر کیتھ نے کچھ کھوپریاں بھی دِکھائیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ پانچہزار سال ہوئے۔ اُس وقت بھی عمل جراحی ہوتا تھا۔ ماہران تاریخ نے بڑی دِلچسپی سے اِنسانی جسم کی ہڈیاں اور انتڑیوں کے عجیب و غریب نقشوں کا امتحان کیا جس کا ذکر ایولن نے اپنی ڈائری میں کیا ہے یعنی رانفر کی چار ہزار سال قبل از مسیح دُنیا میں سب سے پُرانی خشک لاش کا موائنہ کیا۔ جنگ کے دوران میں علم جراحی کے متعلق عجیب معلومات اور دُوسری اشیاء جن پر مسلمہ طور پر عجیب و غریب ہونے کا پروفیسر کیتھ کو فخر ہے۔ ملاحظہ کیا یہ امر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مصر میں تمام قسم کے علوم و فنون جن میں طب بھی شامل ہے ہندوستان سے گئے تھے۔ لہذا مصر میں آج سے چھ ہزار سال پہلے علم جراحی کا ایسی ترقی یافتہ صورت میں موجود ہونا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ ہندوستان نے اس فن میں کس قدر ترقی کی ہوئی تھی +

برھما دیش کی یاترا

جب میں سیوبن چاؤں سے تینڈ چاؤں چلا گیا۔ تو اس چاؤں کے دو دیار تکی مجھے لیکر بن دکھانے

گئے۔ تو مَیں نے دیکھا۔ کہ بن بہت گھنا۔ پُرخار۔ لیکن خوفناک نہیں ہے۔ کیونکہ اس بن میں ہرن بارہ سنگا۔ بندر۔ سؤر۔ جنگلی بکری۔ اور خرگوش ہی پائے جاتے ہیں کہیں کہیں ہاتھی۔ جو کہ قد میں ہمارے مُلک کے ہاتھیوں سے ڈیڑھ گنا تھے۔ جن کے پیر کا قطر ڈیڑھ ہاتھ سے کچھ زائد ہے۔ اس نسل کے ہاتھیوں کو کوئی نہیں پکڑتا۔

دُوسری نسل کے ہاتھی جن کی اُونچائی قدِ آدم سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ ان کو پکڑتے اور پالتے ہیں سفید ہاتھی کو خاص طور سے پکڑتے ہیں کہیں جنگلی گھوڑے بھی ملتے ہیں۔ اور جنگلی گائے بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ اس جنگل میں کھانے کے لائق پھل بالکل نہیں ہے کہیں کہیں کوئی پھل دار درخت کھانے کے لائق ہے۔

اس بن میں لکڑی بہت عمدہ ہے۔ ساگوان یہاں کی پیداوار ہے۔ جنگل میں خودرو اناس کیلہ۔ بینگن۔ کدو اور بہت طرح کی ترکاریاں ملتی ہیں۔ اور درختوں کی اُونچائی پچاس ساٹھ فٹ تک کی ہے۔ ان کی گولائی بیس فٹ کی ہے جنگل میں جہاں تہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں۔ نالے اور کچھار پائے جاتے ہیں۔

مانڈلے کی طرف کہیں کہیں شیر بھی ملتا ہے۔ یہاں ہر رنگ کے درخت بہت ہیں۔ جن سے لال۔ پیلا۔ ہرا رنگ بہت اچھا تیار ہوسکتا ہے۔ پھلیوں سے کپڑے لال۔ پیلے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ جو کہ بن سے لکڑی توڑ کر لاتے ہیں لال رنگ کے درخت بے حد ہیں۔ جن کی چھال اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے پانی میں بھگونے یا گرم پانی میں اُبالنے سے بہت جلد رنگ نکل آتا ہے۔ شہر میں اور شہر کے قریب جنگل میں سمبل۔ املی اور تاڑ کے درخت بافراط پائے جاتے ہیں۔ پھول ہزار ہا قسم کے ہوتے ہیں۔ جن سے کئی طرح کے رنگ اور عرق وغیرہ تیار ہوسکتے ہیں۔ لیکن کوئی نکالنا نہیں جانتا۔ صرف پھولوں کو برمن عورتیں ہر روز مالا بنا کر رکھتی ہیں۔ کچھ آدمی بھی رکھتے ہیں۔

مجھ کو اس بن میں دو تین پودے دکھائے گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ ان کے پاس ہاتھ کرو۔ تو وہ میرے ہاتھ کو چھونے لگے۔ مَیں نے بدم نیچے ہاتھ کر لیا۔ اور وہ برابر جھکتے رہے۔ مجھ سے ان لڑکوں نے کہا۔ ہاتھ جلد ہٹا لو۔ مَیں نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ ان لڑکوں نے کہا۔ کہ اگر تم ہاتھ نہ ہٹا لیتے۔ تو وہ ہاتھ پکڑ لیتے اور خون چوسنے لگتے۔

چلتے چلتے اُنہوں نے ایک درخت کے پھل کھلائے جو کہ بیر کے برابر تھے۔ اور کہا۔ کہ ان کو جمع کرو میں نے بہت سے اُٹھا لئے۔ پھر ان کو بھوڑ کر کھایا تو بہت [illegible]

چاؤں سے کم از کم چھ سات میل کے فاصلے پر چل کر بہت سی زمین کے اندر گپھائیں اور بہت پُرانے رہبا پھنگی کی ہڈی راکھ لیکر اس کے اوپر ایک گول عمارت جو کہ بالکل ٹھوس ہوتی ہے بناتے ہیں۔ اور برما لوگ و پھنگی تمام اس کی پوجا کرتے ہیں جسکی شکل تعزیہ جیسی ہوتی ہے۔ اسے یہاں پھایا کہتے ہیں مجھے پھنگی کے اندر لیجا کر دکھلایا گیا۔ کہ یہاں پر تپسے یعنی جتندری رہتے تھے۔ اب نہیں رہتے۔ یہ بالکل خالی پڑے ہیں۔ یہاں پھنگی رہ کر کیا کھاتے۔ دس بارہ کوس تک کوئی بستی نہیں ہے۔ ایک قسم کا درخت یہاں پیدا ہوتا ہے جس کے پتے سے برمن لوگ چھتری بناتے ہیں جو کہ کئی کئی سال تک چلتی ہے اس کے پتوں سے روٹی بناتے ہیں جو کہ مثل حلوا کے ہوتی ہے +

اس بن میں بانس بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے جسکی لمبائی پچاس یا ساٹھ فٹ تک ہوتی ہے۔ بنسلوچن با افراط نکلتا ہے۔ درختوں سے گوند بھی بہت نکلتا ہے۔ جو کہ آگ جلانے میں بہت مدد دیتا ہے دریائے ایراوتی کی وادی میں مٹی کے تیل کے چشمے بہت ملتے ہیں۔ اپر برہما میں بہت سی جگہ ہیرے کی کانیں ملتی ہیں۔ موگو میں تمام ملک سے ہیرے نکلتے ہیں +

جنگل میں ایک درخت مثل تاڑ کے ہوتا ہے جس کو برما لوگ "پے" بولتے ہیں۔ اس کے پتے پر برمن کتابیں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ جو کہ لوہے کے قلم سے کھودی جاتی ہیں "پے" کا پتہ مثل تاڑ کے ہوتا ہے مگر مضبوط بہت ہوتا ہے۔ جنگل میں ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں +

برما لوگ بانس کے اندر چاول اور پانی ڈال کر آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں چاول پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ کھانے میں نہایت لذیذ اور مزیدار ہوتے ہیں +

(۵)

چار دن کی چاندنی ہے پھر یہاں کچھ بھی نہیں

دل میں تو بیٹھا ہوا ہے یہ جہاں کچھ بھی نہیں
ہے حسینوں کو گھمنڈ اپنے جو حسن و ناز پر
ہستئ انساں نہیں کچھ ہے یہ مشت خاک ہے
خاک کے پتلے ہیں آخر خاک میں مل جائینگے
جھولتا تھا جن کے سر پر سطوت شاہی کا چھتر
زندگی تک جن کی نظروں میں تھا سارا جہاں

مال و دولت کچھ نہیں قصر و مکاں کچھ بھی نہیں
میں سمجھتا ہوں کہ یہ اٹکھیلیاں کچھ بھی نہیں
بلبلا پانی کا ہے تاب و تواں کچھ بھی نہیں
چار دن کی چاندنی ہے پھر یہاں کچھ بھی نہیں
اُن کی قبروں پر نشان عز و شاں کچھ بھی نہیں
بعد مردن اُن کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

کیسی بے عقلی ہے کارِ نیک میں کرتا ہے دیر
جب قضا آئیگی پھر پیر و جواں کچھ بھی نہیں

کارِ خیر و نیک میں کوشش کئے جاؤ ضرور
کام کی شے جز نکوکاری یہاں کچھ بھی نہیں

آہِ مظلوماں سے ڈر او ظالمِ نخوت پسند
یہ خودی یہ تمکنت یہ شوخیاں کچھ بھی نہیں

رستم و سہراب کا ملتا نہیں ہے اب پتہ
نام ہی باقی ہے جسم پہلواں کچھ بھی نہیں

حرصِ دولت چھوڑ کر اب دھول اے شادیں
جانتا ہوں جز خدائے دو جہاں کچھ بھی نہیں

نام کی بابت کچھ معلومات

نام عمدہ رکھنا چاہئے۔ والدین کی لیاقت اور خاندانی نجابت نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر نام موزون۔ مبارک اور پرمعنی ہوگا تو سننے اور سمجھنے والے معلوم کرلیں گے۔ کہ یہ کسی شریف و نجیب خاندان سے ہے اور اُسکے والدین ذی علم اور ذی شعور ہیں۔ علاوہ ازیں تجربہ کاروں کا بیان ہے کہ اگر نام مبارک ہوگا۔ تو اُس کا اثر ہمیشہ نیک پڑیگا۔ اور اگر نحس ہوگا تو اُس کا بُرا اثر ہمیشہ خرابی پیدا کریگا

رستہ بھول جانا اور اُس کا پتہ لگانا

اگر تم رات کو رستہ بھول جاؤ۔ تو تلاش میں مارے مارے نہ پھرو۔ کیونکہ اس سے اور بھی رستہ بھول جاؤ گے بہتر ہے کہ جہاں اُس وقت ہو وہیں ٹھیر جاؤ۔ اور صبح تک وہیں ٹھیرے رہو۔ تب دن کی روشنی میں راستہ ڈھونڈ لو۔ اگر دریا کا کنارہ ہو۔ تب اُس کے کنارہ کی راہ چلنا اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ ایک تو دریا سیدھا نہیں چلتا پیچ کھا کر چلتا ہے دوسرے اُسکے کنارے ہمیشہ ٹوٹے پھوٹے اور ناہموار ہوتے ہیں۔ سوم اکثر راہ میں دلدل اور سانپ وغیرہ ہُوا کرتے ہیں۔ اسلئے دریا کے کنارے کا سفر اندھیرے میں سخت خطرناک ہُوا کرتا ہے۔ بعض آدمیوں کو ستاروں کی شناخت کا ایسا اچھا علم ہوتا ہے کہ وہ قطب تارا دیکھ کر باقی سمتیں فوراً معلوم کرلیتے ہیں۔ مگر پھر بھی رات کا سفر اور اوگھٹ گھاٹ کا چلنا نہایت ہی خطرناک ہے +

اور اگر دن کیوقت سمت بھول جاؤ۔ تو اُس کے معلوم کرنے کے بہت سے عمدہ طریقے ہیں مثلاً اگر

چلنے سے پہلے منزل کی سمت نقشہ میں دیکھ لو۔ تو اس سے تمہیں آیندہ بہت مدد ملتی رہے گی۔ مثلاً جنوب معلوم کرنے کے لئے دوپہر کے وقت ہمیشہ سورج جنوب کی طرف ہوا کرتا ہے۔ لیکن دوپہر سے پہلے اور بعد چاہو کوئی وقت ہو۔ تم اپنی گھڑی کے ذریعہ سمت معلوم کر سکتے ہو۔ گھڑی کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اسے پھراتے جاؤ۔ حتی کہ منٹوں والی سوئی سورج کی طرف ہو جاوے۔ پس جنوب کی سمت ہندسہ ۱۲ کے اور گھنٹہ بتانے والی سوئی کے درمیان ہو گی +

مثلاً ۲ بجے کے وقت ہندسہ ا ٹھیک جنوب کی طرف ہو گا اور اگر گھڑی تمہارے پاس نہ ہو۔ تو ان باتوں کا خیال رکھو کہ سورج قطب یا شمال کی طرف کبھی شعاع نہیں ڈالتا۔ تم مکانوں اور درختوں کے سایہ کو دیکھ کر شمال اور جنوب کی سمت معلوم کر لو۔ کیونکہ درختوں کا شمالی رُخ زیادہ سرسبز اور کاہی وغیرہ سے آلودہ ہوا کرتا ہے۔ نیز جو پودے سورج کی شعاع کو برداشت نہیں کرتے وُہ اکثر بڑے درختوں کی شمالی سمت کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ اور اگر ابر ہو اور سورج نمودار نہ ہو اور یہ سب باتیں فیل ہو جائیں تو تم قطب نما سے امداد لو اسکی سوئی شمال اور جنوب کو بتاتی رہتی ہے اور جب شمال جنوب کا رُخ معلوم ہو گیا تو باقی سمتوں کا حال معلوم ہونا کچھ مشکل نہیں۔ اُس وقت تم اپنے اُس پہلی یادداشت کے موافق کہ جو چلتے وقت دیکھی تھی۔ اپنی منزل کا رُخ اور سمت فوراً معلوم کر سکتے ہو اور راہ پر آ سکتے ہو۔ ان باتوں کا ضرور لحاظ رکھو +

ریل کی رفتار کا اندازہ معلوم کرنا

اس کے معلوم کرنیکے تین طریقے ہیں (الف) ریل کی سڑک کے پاس جو میلوں کے نشانوں کے سفید کھمبے کھڑے ہوتے ہیں جن پر میلوں کا نشان لگا ہوتا ہے۔ اُس کا خیال رکھو۔ ایک کھمبے سے دوسرے کھمبے تک جتنا وقت لگے اُس کو ۳۶۰۰ پر تقسیم کر دو۔ جو حاصل نکلے اُتنے میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو۔ مثلاً ایک میل والے کھمبے سے دوسرے میل والے کھمبے تک ۱۲۰ سکنڈ لگے پس ایک سو بیس کو ۳۶۰۰ پر تقسیم کیا۔ تو حاصل ۳۰ ہوا پس معلوم ہوا۔ کہ ۳۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی جا رہی ہے +

(ب) گاڑی کے پہیئے جب ریل کی سڑک پر سے گذرتے ہیں تو جہاں جوڑ ہوتے ہیں وہاں کھڑک کھڑک کی آواز آیا کرتی ہے۔ پس جب پوری رفتار سے چل رہی ہو تو ۲۰ سکینڈ تک ان کھٹکوں کی آواز کو سنو جتنی آوازیں سنائی دیں۔ اُتنے ہی میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو۔ مگر یہ حساب اُس جگہ صحیح نکلے گا جہاں

ریل کی پٹڑی ۳۰ فٹ لمبی ہو۔ اور یہ عموماً ہوا کرتا ہے +

(ج) سڑک کے کنارے تار کے کھمبے جو کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کو گنو۔ ۲ منٹ اور بیس سیکنڈ میں جتنے گنے جاویں اُتنے ہی میل فی گھنٹہ کی رفتار سمجھو +

ایک ماہ سے ایک دن کی تنخواہ نکالنا

ماہواری تنخواہ	ماہ ۲۸ دن			ماہ ۲۹ دن			ماہ ۳۰ دن			ماہ ۳۱ دن		
تعداد تنخواہ	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
۱ر	۰	۰	۷	۰	۰	۷	۰	۰	۶	۰	۰	۶
۲ر	۰	۱	۲	۰	۱	۲	۰	۱	۱	۰	۱	۰
۳ر	۰	۱	۹	۰	۱	۸	۰	۱	۷	۰	۱	۶
۴ر	۰	۲	۳	۰	۲	۲	۰	۲	۲	۰	۲	۱
۵ر	۰	۲	۱۰	۰	۲	۹	۰	۲	۸	۰	۲	۷
۶ر	۰	۳	۵	۰	۳	۳	۰	۳	۲	۰	۳	۱
۷ر	۰	۴	۰	۰	۳	۱۰	۰	۳	۹	۰	۳	۷
۸ر	۰	۴	۶	۰	۴	۵	۰	۴	۳	۰	۴	۳
۹ر	۰	۵	۲	۰	۵	۰	۰	۴	۹	۰	۴	۸
۱۰	۰	۵	۷	۰	۵	۶	۰	۵	۴	۰	۵	۲
۲۰	۰	۱۱	۵	۰	۱۱	۰	۰	۱۰	۸	۰	۱۰	۴
۳۰	۱	۱	۲	۱	۰	۶	۱	۰	۰	۰	۱۵	۶
۴۰	۱	۶	۱۰	۱	۶	۱	۱	۵	۴	۱	۴	۸
۵۰	۱	۱۲	۷	۱	۱۱	۷	۱	۱۰	۸	۱	۹	۱۰
مار	۳	۹	۲	۳	۷	۲	۳	۵	۳	۳	۳	۷

کفن اپنا لئے پھرتا ہے اور تابوت میت بھی

عجب حالت ہے اے ریشم کے کیڑے تیری حالت بھی
کفن اپنا لئے پھرتا ہے اور تابوت میت بھی

ترا علم و ہنر ہی ہو گیا زنجیر پا تجھ کو
سلاسل بھی قفس بھی بند بھی زندان وحشت بھی

بہم اک مختصر سے دل میں ہیں شادی و غم دونوں
یہ چھوٹا سا مکاں اور اس میں دوزخ بھی ہے جنت بھی

عجب کیا ہے کہ ہو انوار حق کا تو تماشائی
ترے چھوٹے سے ماتھے پر ہے وہ چشم بصیرت بھی

تجھے جس میں جھلا کر مادر قدرت نے پالا ہے
وہی گہوارہ تجھ کو ہو گیا تابوت میت بھی

بہت اچھا رہا تو بچ گیا عشق و محبت سے
محبت ہے یہ کوئی اہل دنیا کی محبت بھی

دم تجہیز و تکفین بس ترے دکھلانے کے آنسو ہیں
دلوں میں ہے کہ ہو جائے کہیں جلدی فراغت بھی

عجب کیا ہے ترا چشم جہاں سے چھپ کے مر جانا
کہ آئین طریقت بھی ہے عرفان حقیقت بھی

بناتا ہے عظیم الشان سنگیں مقبرے انسان
کہ اپنا نام بھی مشہور ہو اور شان و شوکت بھی

یہ خواہش بھی ہے کس درجہ فضول انسان فانی کی
کہ نام اس کا رہے دنیا میں باقی اور میت بھی

فنا جب ہو گئے بحر حوادث میں تو ہم کو کیا
کنارے پر اگر کچھ ہڈیاں پہنچیں سلامت بھی

شبھ امرت بچن

موت پاسبان ہے۔ تیری موت تیری پاسبان اور نگہبان ہے +

گناہ کیا ہے۔ گناہ کیا ہے جو تیرے سینہ میں چبھے اور خلش پیدا کرے +

سرکشی۔ جو فوارہ کی طرح اچھلتے ہیں وہ ضرور گرتے ہیں ؎

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے بل
جھک کے چلنا چاہئے یہاں سر اٹھانا منع ہے

بہادروں کا کام۔ دولت حاصل کر کے سنبھل کر چلنا بہادروں کا کام ہے +

سیپ بغیر موتی۔ جو زبان ایشور کو نہ جپے۔ وہ سیپ بغیر موتی کے ہے +

درخت بغیر پھل۔ علم دار ہو کر عبادت نہ کرے وہ درخت بغیر پھل کے ہے +

نالہ بغیر پانی۔ جو دولت مند ہو کر سخی نہ ہو۔ وہ نالہ بغیر پانی کے ہے ٭

بادل بغیر پانی۔ جو بادشاہ ہو کر عدل و انصاف نہ کرے وہ بادل بغیر پانی کے ہے ٭

نہ فراموش کرو ایشور کو۔ موت کو اور کسی شخص کے احسان کو ٭

بڑھکر دولتمند۔ اگر تم اپنی قسمت پر شاکر ہو۔ تو تم سب سے بڑھکر دولت مند ہو ٭

بڑھکر جوانمرد۔ جو چیز تم کو پیاری ہو۔ اور تم اُسے کسی حاجتمند کو دیدو۔ تو تم سب سے بڑھکر جوانمرد ہو ٭

بڑھکر عقلمند۔ اگر تم ایشور کا خوف دل میں رکھتے ہو۔ تو سب سے بڑھکر عقل مند ہو ٭

بڑھکر نیک۔ اگر تم سب کو آرام پہنچاتے ہو۔ تو تم سب سے بڑھکر نیک ہو ٭

عزت سے عزت۔ اگر تم اپنی عزت چاہتے ہو۔ تو کسی کی بےعزتی نہ کرو ٭

دُشمن کون ہے۔ سچ کا دُشمن جھوٹ۔ عقل کا دُشمن غصہ۔ صبر کا دُشمن لالچ اور علم کا دشمن غرور ہے ٭

انسان دُنیا میں کب سے ہے؟

قدامت انسان کا صحیح پتہ لگانا تو بہت مشکل ہے۔ مگر یورپ کے ماہرین ارض نے اس معاملہ میں چھان بین کر کے چند ایسے ثبوت بہم پہنچائے ہیں۔ جن سے نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ہستی حضرت آدم کے ہبوط سے بہت پہلے قائم تھی جو لوگ توراۃ۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ کتب الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آدم سے انسان کی ابتدا ہوئی اور آدم کو زمین پر آئے چھ ہزار سال کا عرصہ گذرا ہے لیکن عصر جدید کے محققین اس بات کو نہیں مانتے ہیں اور جو واقعات صحیحہ اس زمانہ میں مشاہدات سے گذرے ہیں عقائد اسلامی ان کے خلاف ہے ٭

مصر۔ چین۔ ہندوستان کی تاریخوں سے ظاہر ہے کہ مسیح سے ہزار ہا سال پہلے دُنیا میں ایسی زبردست اور مہذب سلطنتیں موجود تھیں جن کی اخلاقی و معاشرتی اور سیاسی ترقی تک زمانہ حاضرہ کی جدید تہذیب و شائستگی نہیں پہنچ سکتی ہے ٭

ان سلطنتوں کا تمدن واضح طور پر وراق تواریخ میں بیان کیا گیا ہے اور حال کے انکشافات اس امر کے گواہ ہیں کہ زمانہ قدیم کی بعض ایسی اشیاء مدفون رہتی ہیں جن کے استعمال کا ڈھنگ ہمارے اعلیٰ ڈاکٹروں اور ماہران فن طبیعات کو ہی آتا [illegible] وغیرہ قبل از

مسیح کئی ہزار سال کی ایجاد یں ہیں۔ علاوہ ان کے رزمیہ نظمیں رامائن اور مہابھارت بھی غیر مقررہ تاریخوں کی تصنیفیں ہیں۔ یہ تمام واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح سے کئی ہزار سال پہلے جو سلطنتیں قائم تھیں ان کا تمدن اعلیٰ تھا۔ اور اگر سرسری طور پر ہی اندازہ لگائیں۔ کہ انسان وحشت کی حالت سے ترقی کرتا کرتا کتنی مدت میں شہری زندگی تک پہنچا۔ اور پھر کتنے عرصہ میں سیاست سیکھی سلطنت کی بنیاد رکھی اور بعد میں کتنا عرصہ تمدن و شائستگی کے اوج تک پہنچنے میں صرف ہوا۔ تو یہ تخمینی زمانہ ہر امر کیواسطے چھ ہزار سال سے بہت زیادہ نکلے گا +

محققین علم طبقات الارض کی تفتیش سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب منشیان قضاء قدر نے انسان کو ابھی قلم پکڑنا بھی نہ سکھایا تھا۔ اور دفتر تاریخ دنیا میں نہیں کھلا تھا۔ تو اس سے پہلے بھی انسان دنیا کے مختلف حصوں میں موجود تھا چنانچہ اہل یورپ نے نہایت کوشش اور جانفشانی سے شہادتیں مہیا کی ہیں۔ اور اب مختلف مذاہب کے تنگ دل متعصب لوگ بھی انہیں تسلیم کرتے جاتے ہیں +

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یوروپ کی سائنس میں ترقی کے رعب کے آگے ایشیا والوں کا سر خم ہو جاتا ہے بلکہ اس معاملہ پر کامل بحث و تمحیص چھان بین اور استدلال ہو چکا ہے اور مناظرہ مجادلہ کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ اب بالکل عیاں ہے کہ ہم انسان کی پیدائش کا خاص وقت مقرر نہیں کر سکتے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ انسان مسیح سے بھی لاکھوں سال پہلے کی تحقیق ہے +

ماہران علم طبقات الارض نے معلوم کیا ہے کہ ایشیا اور یوروپ کی بعض دلدل زمینوں میں کسی زمانے میں ایک قسم کی لمبی لمبی گھاس ہوتی تھی جس میں مختلف قسم کے کثیر الجسم حیوانات رہتے تھے۔ جو ہاتھی سے بہت بڑے ہوتے تھے۔ یہ گھاس انقلاب زمانہ سے دبتے دبتے سطح زمین سے کئی سو فٹ نیچے چلی گئی +

اب ڈنمارک کی سرزمین میں جو کھدائی کیگئی تو وہاں سے ایسے حیوانات کی ہڈیاں اور درخت کے نمونے انسان کی ہڈیوں کے ہمراہ برآمد ہوئے ہیں کہ وہ حیوانات اور درخت آجکل ڈنمارک میں پائے نہیں جاتے۔ اہل تجربہ نے ان درختوں کو جو دیودار کی قسم کے ہیں۔ پھر ڈنمارک میں پرورش کرنا چاہا ہے مگر اب ہوا میں اس قدر انقلاب ہو چکا ہے کہ وہ درخت ڈنمارک میں اگ ہی نہیں سکتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس زمانے میں یہ درخت ڈنمارک میں ہوتے تھے بہت قدر عرصہ گذر چکا ہے کہ ڈنمارک کی آب و ہوا اب ان کے موافق نہیں رہی +

اسی طرح ۱۸۲۸ء میں جنوبی فرانس میں جو انکشافات ہوا۔ اس سے قدامت انسان کا مسئلہ ایک حد تک مسلمہ قرار پا گیا۔ وہاں ایک غار میں ایسے ہی بچے حیوانات کے انسانی ہڈیوں کے ہمراہ پائے گئے۔ یہ غار کسی دریا کی وادی تھی جو بہتے بہتے پہاڑ کو کاٹتے کاٹتے بہت نیچے اتر آتے ہیں۔ مگر اس قدر بلندی سے دریا کے پہاڑ کا نیچے

آجانا دس بیس صدی کا کام نہیں اور ریت کے تودوں میں جو نمونہ جات پائے گئے ہیں وہ ایک ایسے زمانہ کے ہیں کہ جب دُنیا میں انہی قسم کی اشیاء موجود تھیں جو مابعد کے زمانے میں جب علم تاریخ ایجاد ہو چکا تھا پائے نہیں جاتے تھے *

فرانس کے علاوہ اور مُلکوں میں بھی اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں۔ ان ہڈیوں کے ساتھ اور ان سے محفوظ چقماق کے اوزار بھی ہیں جو اس زمانہ میں انسان نے بنائے ہونگے *

(ہ ہ ہ)

رُوحوں کی ہستی کا زندہ ثبوت

فرعون مصر کی قبر اور لارڈ کارنارون کی موت

اگرچہ اہل یورپ رُوحانیت کے قائل نہیں۔ لیکن لارڈ کارنارون کی ناگہانی موت اور اسکی بیوی اور خادمہ کی علالت طبع نے ان کے دلوں میں ایک قسم کا ہول ڈالدیا ہے وہ دبی زبان سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ چونکہ لارڈ موصوف نے فرعون مصر توت آمون کی قبر کی بیحرمتی کی تھی۔ اسواسطے اسکی ہلاکت فرعون کی رُوح کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ مگر اس کے خلاف بعض انگریز یہ کہتے ہوئے اپنے دل کو سہارا دیتے ہیں کہ قبر کی کھدائی میں لارڈ کارنارون کا خون زہر آلودہ ہوگیا تھا۔ اس واسطے وہ مر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے اہل مصر بڑے ساحر اور جادوگر ہوتے تھے۔ اور توت عنخ آمون بھی انہیں لوگوں میں سے تھا۔ ھذا تحت الثرٰے کے تمام دیوتاؤں پر اس کا قبضہ تھا۔ انہیں دیوتاؤں نے لارڈ موصوف کی جان لی *

مسٹر ایچ۔ ڈی مارٹن لکھتے ہیں کہ میں نے اکثر مشہور ماہرین آثار قدیمہ کو سنجیدگی کے ساتھ خواتین کو اس بات کی حمایت کرتے ہوئے سُنا ہے کہ فرعون مصر کے مقبرہ میں سے جو سلیمانی پتھر کے دانے نکلے ہیں انہیں گلے میں ہرگز نہ پہنیں قدیم مصری ایسے طلسمات بنانے کے لئے مشہور تھے جو دُنیا میں قائم رہ سکتے تھے۔ وہ زبردست سحر اور جادو جانتے تھے دُنیا میں ان سے زیادہ اس فن کا کوئی ماہر نہیں ہوا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مصری آثار قدیمہ کے ساتھ بلائیں اور بھوت پریت چمٹے ہوئے ہیں۔ بعض تعلیم یافتہ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہزارہا سال پیشتر سے جو بلائیں سحر کے اثر سے مصریوں نے قائم کی ہیں وہ اس وقت تک مصروف عمل ہیں۔ اور ان میں قوت ضرر رسانی ابتک موجود ہے *

مسٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مصری فلاحین کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ حیرت انگیز طور پر قانع تھے۔ زندہ اور خوشحال تھے نہ کہ مُردہ تھی ان کے زیادہ دیوتا اسی قسم کے تھے جو جانوروں کی

طرح مضحکہ خیز سر رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم نے توت منے آمون کے مقبرہ کے تیرہ و تاریک کمرے کے اندر لاش کے بھاری نیلگون رنگ کے صندوق کو دیکھا۔ تو میرے اور میرے ہمراہی دوست کے دل پر ایک خوف چھا گیا۔ میرے دوست نے جب ہم واپس آرہے تھے مجھ سے کہا۔ کہ میری بات یاد رکھنا۔ کہ اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور ظہور میں آئیگا۔

توت منے آمون ہماری اس مداخلت اور دراز رازی کی وجہ سے ہمارے پیچھے ہی پڑ جائیگا۔ میں نے کہا کہ کیا تم سچ کہتے ہو اور تمہیں اس کا یقین ہے۔ اس نے کہا ہاں مجھے اس کا یقین تو ہے مگر تم کو یقین ہے۔ مسٹر مارٹن کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ مجھے پیش آیا۔ ایک شخص ایک عورت کو ایک چھوٹے سے سنگین بت کی خریداری کے متعلق ملامت اور سرزنش کر رہا تھا۔ اس عورت نے مذاقاً کہدیا۔ کہ ہوشیار رہنا کہیں وہ تمہارا کام تمام نہ کردے۔ اسپر وہ شخص اوپر کی منزل میں اوپر جاکر سو گیا۔ اور جب دیکھا گیا۔ تو مردہ پایا گیا۔

اسطرح ایک شخص جو مستند ڈاکٹر تھا لکسر (واقعہ مصر) میں آیا اور ریگستان میں بغرض سیر چلا گیا۔ یہ اور اسکی بیوی دونوں روحانیت کے قائل تھے۔ جب واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ وہاں انہیں بھوت دکھائی دیئے جن سے انہوں نے باتیں بھی کیں۔

اہل یورپ ان باتوں کو خواہ کچھ ہی تصور کریں مگر روحانیت والے ضرور اس بات کے قائل ہیں کہ مقبروں کی بیحرمتی ضرور اپنا رنگ لایا کرتی ہے۔ اسکے ثبوت میں وہ دنیا کے دو بڑے واقعات پیش کرتے ہیں۔ پہلا تو زار روس اور اس کے خاندان کا ہے۔ زار روس نے ایران میں جب حضرت موسیٰ کے مقبرہ کی بیحرمتی کی تھی تو روحانیت والوں نے کہدیا تھا۔ کہ اسکی پاداش میں اسے ضرور کوئی عبرتناک سزا ملیگی۔ چنانچہ زار روس اور اس کے خاندان کا جو عبرتناک حشر ہوا اسکو کون نہیں جانتا۔ دنیا کا بہت بڑا بادشاہ اور اسکی بیوی اور بچے نہایت بیرحمی سے قتل کئے گئے۔ شہزادیوں کو اسکی آنکھوں کے سامنے بیعزت کیا گیا۔ اور قتل کردی گئیں۔

دوسری مثال اپنے دعوے کے ثبوت میں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ لارڈ کچنر کی ناگہانی موت کا واقعہ ہے۔ اس نے مصر میں مہدی سوڈانی اور اس کے پیروؤں کی قبروں کو بہت مدت کے بعد بیحرمت کیا۔ اور ان کی ہڈیاں نکال کر انہیں جلا دیا گیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکی پاداش میں خدا نے اسے یہ سزا دی کہ اسکو سمندر کی تہ میں غرق کر دیا گیا۔ اور اسکی قبر تک کا نشان باقی نہ رہا۔ اس نے دوسروں کی قبروں کا نشان مٹایا۔ مگر اسکی قبر کا نشان بنایا ہی نہ جا سکا۔ عبرت

ایک آنیوالا قدرتی انقلاب

ماہرین علم سائنس کا خیال ہے کہ کرۂ ارض کے اندر ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہو رہا ہے جسکی بدولت بحر اکاہل میں بہت بڑی تبدیلی ہونیوالی ہے۔ اس سے پہلے جنوبی امریکہ میں کئی زلزلے آچکے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ گذشتہ ۳۔ فروری کو ہوائی میں اس زور کا زلزلہ آیا۔ کہ آلۂ زلزلہ شناس کی سوئیاں ساڑھے چار ہزار میل کے فاصلے سے آلہ مذکور سے علیحدہ ہو کر پرے گر پڑیں حقیقت یہ ہے کہ قدرت اپنے نامعلوم طریق پر دنیا میں ہمیشہ ایسی تبدیلیاں کرتی رہتی ہے جس کا روکنا انسانی طاقت سے باہر ہے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عظیم الشان زلزلہ کسی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے +

پرندوں اور حیوانوں کی عادات

عورتوں سے محبت کرنے والے جانور

پالتو حیوان اور پرندے جو محبت اپنے مالکوں سے کرتے ہیں۔ اس سے ان کی محبت کرنے کی اعلیٰ صفت ظاہر ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کتے اپنے مالکوں کی موت کی وجہ سے جانبر نہیں ہو سکے انہوں نے نہ کھایا نہ پیا اور نہ آرام کیا۔ بلکہ خودکشی کرلی۔ ایک کتا اپنے آقا کی وفات سے اس قدر مغموم اور بدحواس ہوا۔ کہ وہ ریل کی پٹری پر سر رکھکر لیٹ گیا۔ ریل آئی اور اس کے حلق پر سے گذر گئی +

حال میں مجھے ایک خرگوش سے واسطہ پڑا۔ اسکی مالکہ کہیں گئی تھی۔ اسکی جدائی کا خرگوش کو یہانتک رنج ہوا۔ کہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ اسکی مالکہ ایک شادی میں گئی تھی۔ اور اسے اس وجہ سے ہمراہ نہیں لیجا سکی۔ کہ اسکے لیجانے میں سخت تکلیف ہوتی۔ اسکی غیر حاضری میں اسے کھانا کھلانے کی سخت کوشش کیگئی۔ مگر وہ کسی چیز کی طرف راغب نہ ہوا۔ نوکروں نے سمجھا کہ وہ ضد کرتا ہے اور جب بھوک لگیگی تو کھانے پینے لگیگا۔ مگر ان کا خیال غلط نکلا۔ آخرکار مالکہ کو اطلاع دیگئی وہ واپس آئی۔ جسے دیکھتے ہی خرگوش بشاش ہو گیا۔ اسکی گود میں پہنچنے کیلئے اچھلنے لگا۔ اور اس کے ہاتھ سے اس نے کھایا پیا +

ایک طوطا ایک برہمن خاندان میں پالا گیا تھا۔ اسے اس خاندان کی ایک عورت سے انس ہو گیا۔ یہ عورت عالم شباب ہی میں بیمار ہو کر مرگئی۔ اس کی وفات کا گھر والوں کی مانند طوطے کو بھی سخت ملال ہوا۔ اس نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ اسے زبردستی کھلانے کی کوشش کیگئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ چار دن کے بعد وہ بھی

پنجرے میں مُردہ پایا گیا +

شمالی ہند کے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون نے ایک ایرانی بلی پالی۔ یہ خاتون اپنے خاوند کی بہن کو جبکہ وہ بیمار تھی دیکھنے گئی۔ مگر بلی کو اپنے ہمراہ نہ لیگئی۔ بلکہ اسپر ایک عورت کو نگران مقرر کر گئی اسکے جانے کے ایک ہفتہ بعد معلوم ہُوا کہ بلی بیمار ہے اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ حیوانوں کے ماہر علاج کو بلایا گیا۔ جسنے خوب دیکھ بھال کے بعد کہا کہ بلی کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ اسپر اپنی مالکہ کی جدائی شاق گذری ہے۔

چونکہ مالکہ کا جلد واپس آنا ناممکن تھا اسلئے بلی چند ہی دن بعد غم سے گھل گھل کر مرگئی +

چوری کرنیوالے حیوانات

جنوبی ہند کے ایک مقام میں ایک جوہری کے مکان میں یکایک ہلچل پڑی۔ کیونکہ اُس نے دیکھا۔ کہ چند آدمیوں کو بعض جواہرات فروخت کر چکنے کے بعد بیشقیمت موتی ندارد ہیں۔ ابھی خریدار دوکان سے جانے نہ پائے تھے۔ اسلئے اُن کی تلاشی لیگئی۔ اُنھوں نے بلا عذر تلاشی دیدی۔ وہ بالکل بیگناہ نکلے۔ آخر کار ایک کوچ ایک کتا سوتا ہُوا نظر آیا۔ جہاں جوہری بھی ذرا دیر کے لئے بیٹھ گیا تھا۔ ایک خریدار نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ کتا موتیوں کو نگل گیا ہو۔ اس نے اس شرط پر کہ کتے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کتے کو ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ کتے کو ایک ہوشیار ویٹرنیری سرجن کے پاس لیگیا۔ اور اُسنے ایک ایسی ترکیب کی۔ جسکے اثر سے کتے نے موتی اُگل دیئے +

ایک انگریز پادری دُوسرے ملکوں میں سفر کر رہا تھا۔ جسکے دوران میں وہ مضافات کے ایک ہوٹل میں مقیم ہُوا۔ اور وہ ایک رات آرام سے پلنگ پر سوگیا۔ اُسکے پاس اُس وقت ایک قیمتی چیز ایک کانٹا تھا جس کی قیمت تین سو روپیہ تھی۔ جس کو اُس نے سونے سے پیشتر سنگھار میز پر رکھدیا۔ دوسری صبح کو کانٹا ندارد تھا۔ اور تلاش کرنے پر نہیں ملا۔ اُسنے تمام نوکروں سے ایسے طریقہ میں تحقیقات کی۔ کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ مگر کچھ پتہ نہ ملا۔ دُوسری رات کو جب وُہ میز پر پڑا ہُوا اپنے نقصان کے خیال میں تھا۔ تو اُس نے چوہوں کو گھبراہٹ کے ساتھ دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت اُسکے دل سے یہ خیال پیدا ہُوا کہ کہیں ان کی دوڑ بھاگ سے اُسکے کانٹے کا تعلق تو نہیں اُسنے اُٹھکر موم بتی کا ایک حصہ تراشا۔ اور اس میں ڈورا باندھ دیا۔ پھر اُس نے پنسل کی ایک گھوڑی بنائی اور اُس میں دوڑنے کی ایک بل باندھ دی۔ اس سے اُسکی مُراد یہ تھی کہ اگر چوہے موم بتی اپنے بل میں لیجائیں۔ تو وہ اُسکی مدد سے دریافت کر سکیگا۔ کہ آیا وہ اُس کا کانٹا لیگئے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد وُہ آرام سے سوگیا۔ جب بیدار ہُوا تو موم بتی ندارد تھی۔ اُسنے ڈورے کو دیکھا کہ دُوسرے کمرے تک چلا گیا ہے۔ جو چوہوں کے بل کے اندر گھسا ہُوا ہے۔ اُسنے بل کو کھودا۔ تو اُسمیں سے کئی چیزیں نکلیں جن میں چیدہ ۳۰ روپیہ کا کانٹا بھی تھا +

بھیک مانگنے والے جانور

ایک کالو یعنی پہاڑی طوطا ایک شخص کے پاس تھا۔ جو مغربی لنڈن میں حجام کی دوکان پر تھا۔ جس قدر لوگ اس دوکان میں حجامت کرانے آتے تھے وہ ان سے یہ کہتا تھا۔ کہ چندہ کے بکس کو نہ بھولو ہر شخص بکس میں ایک ایک آنہ ڈال جاتا تھا۔ کرسمس کے موسم میں حجام کے لڑکے نے جس نے طوطے کو سکھایا ہوا تھا بکس کھولا۔ تو اسکے اندر سے اسقدر اکنیاں نکلیں جن کی رقم ۴ پونڈ یعنی ساٹھ روپیہ تھی +

جنوبی ہند کے ایک تیرتھ میں ایک طوطا ہے جو اس صندوقچی کی نگرانی کرتا ہے جس میں مندر کے لئے دان کی رقم جمع کی جاتی ہے جس قدر لوگ اس مندر میں یاترا کے لئے جاتے ہیں۔ طوطا ان کو بلند آواز میں دان کے بکس کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے۔ یاتری اس میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتے ہیں +

صوبہ مدراس میں ہر فرقہ کے لوگ ایک خاص قسم کا تلک پیشانی پر لگاتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ بھیک پر گزارہ کرتے ہیں وہ ایک کتا پالتے ہیں جسکی پیشانی پر بھی تلک کا نشان بنا دیتے ہیں۔ اور کتے کے گلے میں بھیک کا برتن ڈال دیتے ہیں۔ کتا ہر شخص سے بھیک مانگتا ہے +

مدراس میں ایک لنگڑے اور اندھے مسلمان فقیر نے کتے کی جگہ اپنے طوطے سے گداگری میں امداد لی تھی اس نے ایک ترسول پر ایک صندوقچی لگا دی۔ اور اسپر طوطا بٹھا دیا۔ طوطے کو اسنے یہ الفاظ سکھا دیئے تھے۔ کہ "اندھے پر رحم کرو"۔ طوطا بیٹھا ہوا گذرنے والوں کو یہی جملہ سناتا رہتا تھا۔ جو شخص اس بکس میں خیرات ڈالتا تھا۔ اسے طوطا نہایت ادب کے ساتھ سر جھکاتا اور سلام کرتا۔ اور ساتھ ہی زبان سے بھی سلام کرتا چلنے والوں کو اندھے فقیر پر ترس آ جاتا تھا۔ اور اس طور سے وہ ہر روز روپیہ سوا روپیہ جمع کر لیتا تھا۔ شام کے وقت فقیر کی عورت آتی اور اسے معہ طوطے۔ ترسول اور خیرات کی صندوقچی کے گھر لے جاتی تھی۔ مگر صبح ہی ان کو سڑک کے کنارے چھوڑ جاتی تھی +

بیا

ایک چھوٹا سا پرندہ دیکھنے میں ہے بیا
رہتا ہے بچپن میں بھورا رنگ کچھ سیاہی لئے
موسم باراں میں جب دھل جاتا ہے اس کا لباس
بعد بارش پھر وہی ہے رنگ اصلی کی نمود

پر زمانے بھر کی ہیں موجود اس میں خوبیاں
اک برس کے بعد پھر ہوتی ہیں رنگ آمیزیاں
ہوتے ہیں اس وقت پیلے رنگ پھر اسکے عیاں
انقلاب دہر سے کچھ کم نہیں تبدیلیاں

ہے جفاکش وُہ بلا کا ہے غضب کا وُہ عقیل
کیسی خوبی سے بناتا ہے وُہ اپنا آشیاں

بین کے مانند ہوتا ہے بلا شک گھونسلا
اُس شجر پر جو بلندی میں ہو چھوتا آسماں

نر اُسے تیار کرتا ہے خود اپنی چونچ سے
مادہ لا لا کر دیا کرتی ہے اُسکو تیلیاں

کام میں مشغول گاہے۔ ہے کبھی نغمہ سرا
راگ سے آباد رکھتا ہے وُہ اپنا آشیاں

در حقیقت خوب ہی شایاں ہے اسکے نام
کہتی ہے گر اُسکو ٹیلر برڈ انگریزی زباں

آشیانے میں فقط برسات میں رہتا ہے وُہ
موسمِ گل میں ہے وُہ سیاحِ گلزارِ جہاں

بچوں کے رہنے کا گھر بھی وُہ بناتا ہے جدا
اُسکی عقل و فہم و دانائی کا ہو کیونکر بیاں

ایک جھولا متصل ہوتا ہے۔ بیحد خوشنما
واسطے بچوں کے ہیں موجود سب دلچسپیاں

ساتھ بچوں کے رہا کرتی ہے مادہ رات کو
نرکی جا ہے یا ہنڈولہ یا کہ کنجِ آشیاں

گیلی مٹی گھونسلے میں وُہ لگا کر اِک طرف
اُسپہ اِک جگنو بٹھاتا ہے بجائے شمعداں

شمعِ بزم افروز کہیئے کہ مک شب تاب کو
جس سے ہے پُر نور رہتا رات کو اُسکا مکاں

اپنے ہم جنسوں کا ہوجاتا ہے وُہ دشمن ضرور
آگئی گر بات کوئی ناخوشی کی درمیاں

کیا بیاں تم سے کروں جنگ و جدل کا حال میں
کیسی کیسی کرتا ہے وُہ معرکہ آرائیاں

گھونسلے کو کاٹ دیتا ہے وُہ اپنی چونچ سے
توڑتا انڈوں کو ہے لیتا ہے بچوں کی جاں

جوشزن اُسکی رگوں میں ہے وُہ خونِ انتقام
جس سے ہے خالی نہیں کوئی بھی مخلوقِ جہاں

اپنے آقا سے بھی وُہ مانوس ہوتا ہے بہت
سُنتے ہی آواز اُسکی سمت ہوتا ہے رواں

جسکی قدرت کا ہے اِک ادنیٰ کرشمہ یہ بیا
وُہ ہے صناعِ حقیقی۔ خالقِ کون و مکاں

(٥)(٥)(٥)

دلچسپ طبّی معلومات

علم بکیٹریا (جرمز)

بیماری کے کیڑوں کا علم

برہمانڈ کی انتہا کا اندازہ لگانا کیسا ناممکن ہے جو دیکھتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ سائنس کے قانون سے معلوم کیا گیا ہے۔ کہ روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ ۸۶ ہزار فی میل ہے

سورج زمین سے اتنی دور ہے کہ اسکی روشنی زمین تک پہنچنے میں ۸ منٹ لگتے ہیں۔ اور ایسے چمکتے ستارے ہیں۔ کہ جن کی روشنی مہینوں میں زمین پر پہنچتی ہے ایسے بھی ہیں کہ جن کی روشنی پہنچنے میں سال لگ جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ایسے ستارے بھی ہیں۔ جن کی روشنی جب سے دنیا بنی ہے چل رہی ہے بعلوم نہیں کب زمین تک پہنچے گی۔ یہ قصہ ہے دور کا لیکن نزدیک کا قصہ بھی ایسا ہی عجیب غریب ہے +

جب ہم کمرے کے اندر بیٹھے ہوں۔ اسکی دیوار میں چھوٹا سا سوراخ ہو جس سے سورج کی کرنیں اکٹھی ہو کر گریں تو اس روشن لائن میں سینکڑوں ذرے ہوا میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خوردبین کا اصول ہے۔ ابھی نصف صدی کے اندر خوردبین کا آلہ مکمل ہوا ہے۔ اس آلہ نے انسان کے سامنے ایک نئی دنیا رکھدی ہے وہ دنیا جس کا خالی آنکھوں سے خواب خیال میں بھی پتہ نہیں لگا تھا۔ یہ بکیٹریا کی دنیا ہے۔ گو یہ علم نیا ہے مگر اس کا دائرہ تحقیقات کم وسیع نہیں ہے۔ اور آیندہ زمانہ میں سب سے زیادہ ترقی کرنے والا یہی علم دکھائی دیتا ہے +

ابھی تک دنیا کے تین بڑے حصے سمجھے جاتے تھے۔ معدنیات۔ نباتات اور حیوانات۔ اسلئے بعض اصحاب بکیٹریا کو نباتات کی ایک قسم بتاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بہت سے بکیٹریا ایسے ہیں جو نباتات کی نسبت حیوانات سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں انہیں حیوانات میں شمار کیا جاتا ہے +

معلوم یہ ہوتا ہے کہ حقیقت میں بکیٹریا کی دنیا معدنیات اور زندگی رکھنے والے حصہ (حیوانات و نباتات) کے درمیان ایک درجہ متوسط ہے اور آخر میں اسے ایک علیحدہ دنیا ٹھیرانا پڑیگا۔ بکیٹریا آنکھوں سے دیکھے جاسکتے۔ مگر یہ ہوا میں۔ پانی میں۔ کپڑوں کے اندر۔ انسانوں اور حیوانوں کے اندر اور باہر۔ درختوں کے اندر اور باہر سب جگہ پائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ کوئی جگہ نہیں جہاں یہ موجود نہ ہوں۔ ان کی تعداد نباتات اور حیوانات سے ہزاروں اور لاکھوں حصہ زیادہ ہے۔ انسان یا حیوان کی انتڑیوں میں لاکھوں کروڑوں بکیٹریا ہیں +

ایک قطرہ دودھ میں خوردبین کے ذریعہ دیکھنے پر سینکڑوں بکیٹریا نظر آئینگے۔ اور ایک قطرہ چھاچھ میں اس سے کہیں زیادہ۔ اور مختلف شکل اور قسم کے دودھ کو خاص حد تک گرم کرنے سے یہ سب مر جاتے ہیں اور دودھ ان سے صاف کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ناموں کی فہرست کے لئے کتابوں کی کئی جلدیں لکھی جاسکتی ہیں تھوڑے عرصہ میں اس علم کے متعلق سینکڑوں کتب نکل چکی ہیں +

اس جاندار کا سب سے بڑا خاصہ یہ ہے کہ یہ صرف ایک "سیل" خانہ یعنی کوٹھڑی رکھنے والا ہے۔ ایک "سیل" سے دو۔ [illegible] چند منٹ کے عرصہ میں

ہزاروں لاکھوں تک بیکٹریا بڑھ جاتے ہیں۔ ایک "سیل" کی زندگی ۳۰ منٹ تک رہتی ہے +

مختلف مقامات میں بالکل نرالے اقسام کے بیکٹریا پائے جاتے ہیں اور بعض خاص درجہ کی حرارت میں زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ایک مقررہ درجہ کی سردی اور مقررہ درجہ کی حرارت سے اوپر بھی زندہ رہتے ہیں اور بڑھتے ہیں۔ بیکٹریا کا سب سے بڑا کام زمین کو تیار کر کے اس قابل بنانا ہے۔ کہ اسپر حیوانات اور نباتات کی زندگی قائم رکھیں۔ تمام نباتات زمین کو بطور خوراک استعمال کرتے ہیں! اور ان کو حیوانات کھاتے ہیں +

بیکٹریا کا کام یہ ہے کہ جب یہ حیوان یا پودے اپنی زندگی ختم کر دیں۔ تو ان سے پس ماندہ پر عمل کر کے ہنی سے زمین میں وہ پھر اجزا شامل کر دیں۔ جن سے زمین وہ خوراک مہیا کر سکے۔ اسطرح سے یہ سلسلہ دائرہ کی شکل میں چلا جاتا ہے۔ اسلئے جتنا مادہ سڑتا ہے۔ وہ سارا عمل بیکٹیریا کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن اس عمل کے لئے بیکٹریا کو ذرا سی مقدار کی نمی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ نمی موجود نہ ہونیسے وہ عمل نہیں کر سکتے +

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ سکھائی ہوئی سبزی یا خشک کیا ہوا گوشت نہیں سڑتا۔ کیونکہ نمی نکال دینے سے یہ ان کے عمل سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بیکٹریا کی قسمیں مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہیں۔ مختلف مقامات میں رہائش کے لحاظ سے تیسرے بعض زندہ مادہ سے خوراک حاصل کر کے بڑھنے اور بعض مردہ مادہ سے مثلاً پچھلی قسم کے بیکٹریا انسان کی انتڑیوں میں پائے جاتے ہیں اور جن کی بابت آجکل کے سب بڑے زندہ سائنسدان میچن کاف (روس) کی رائے ہے کہ وہ بڑھاپا پیدا کرتے ہیں اور وہ ایسی چیز کی تلاش و تحقیق میں مصروف ہے کہ جس سے یہ مارے جاسکیں اور انسان بڑھاپے اور موت کی بیماری سے بچ سکے +

تحقیقات میں اس نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ چھاچھ کے اندر جو بیکٹریا موجود رہتے ہیں وہ انتڑیوں کے بیکٹریا کے عمل کو کس درجہ روکتے ہیں۔ اسلئے باقاعدہ چھاچھ پینے والے لوگ بڑی عمر تک طاقت قائم رکھ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہندوستان کے یوگیوں کے نیولی کرم یعنی انتڑیاں صاف کرنے کا اصول کے مطابق کچھ اثر ہوتا ہو۔ چوتھی ان کی تقسیم شکلوں کی بناء پر بھی کی گئی ہے۔ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے وبعض ٹیڑھے +

لیکن عام مطلب کے لئے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جو انسان کو فائدہ بخش ہیں اور دوسرے وہ جو نقصان پہنچاتے ہیں پہلی قسم کے تو وہ ہیں جو ہماری مختلف ضرورتوں میں کام آتے ہیں۔ پنیر اور مکھن بنانے میں اور مختلف قسم کی شراب بنانے میں۔ چمڑے کو ٹھیک کرنے میں۔ کاغذ بنانے کے کام میں بیکٹریا کا بہت ساحصہ ہے +

ان کے علاوہ کاشت کاری میں تو بیکٹیریا کا اتنا کام ہے کہ اگریکلچرل بیکٹیریالوجی ایک علیحدہ مضمون ہے زمین کے اندر پودے کیلئے خوراک کا ذخیرہ ہوتا ہے لیکن وُہ اس حالت میں نہیں ہوتا کہ پودا اسے جذب کر سکے۔ اسلئے جب کاشت کی جاتی ہے تو ہوا زمین کے اندر داخل ہوتی ہے۔ جس سے بیکٹیریا بڑھکر زمین پر اپنا عمل کرتے اور کھاد وغیرہ حل ہو جانے والے مرکبات پیدا کرتے ہیں۔

ان مرکبات سے امونیا اور اس سے نائٹرک ایسڈ بن کر پوٹاشیم اور کیلشیم نائٹریٹ بنتے ہیں جن کو پودا جذب کرتا ہے۔ اسلئے بعض اوقات زمین کو خالی چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایسی فصل مثلاً مٹر وغیرہ بوئے جاتے ہیں۔ اور زمین کے اندر پودے کی خوراک بھر دیتے ہیں۔

ان کے علاوہ امریکہ و یورپ کے ممالک میں اس قسم کے بیکٹیریا سے مصنوعی کھاد تیار کی جاتی ہے کاشتکاری میں اس علم کے استعمال سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کون کون سے بیکٹیریا پودوں کے پتے یا پھلدار درختوں میں بیماری پیدا کرتے ہیں اور کس طرح ان بیماریوں کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

دُوسری قسم کی یعنی نقصان پہنچانے والے بیکٹیریا وُہ ہیں جن سے کئی طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس حصّہ کا تعلق زیادہ تر میڈیکل سائنس سے ہے اور ڈاکٹری کا علم رکھنے والوں نے نہ صرف مختلف قسم کی بیماری پیدا کرنیوالے بیکٹیریا کی تحقیقات کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ان کے تباہ کرنے کے سامان بھی ڈھونڈھنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے۔ ان نقصان دینے والے بیکٹیریا کی موجودگی کا گمان تو مدتوں سے چلا آتا ہے۔ ہندوستان میں اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔

بعض بیماریوں میں عورتیں دھوپ۔ گوگل وغیرہ بیمار کے پاس جلاتی ہیں اور اس کا دھواں دیتی ہیں۔ اسکے علاوہ اور کئی چیزیں (مثلاً ایک کو پنجابی میں ہرل کہتے ہیں) کو جلایا جاتا ہے اور گندھک بھی اس مطلب کے لئے جلائی جاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ ان زہریلے بیکٹیریا کو انہیں کے زہر سے تباہ کرنے کا طریقہ بھی ایک شکل میں بعض ایشیائی ممالک میں موجود تھا۔

اٹھارھویں صدی میں انگلستان کی ایک سیاح لیڈی مانٹیگو نے ٹیکہ لگانے کا طریقہ روم کے ملک میں دیکھا تھا۔ وہاں سے واپس جا کر اس نے انگلینڈ میں جاری کرایا۔ لیکن چند ایسے خطرناک نتیجے پیدا ہوئے کہ اس کو بند کرنا پڑا۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک چیچک والے بیمار سے زہر کو لیکر دُوسرے بچوں کے اندر داخل کیا جاتا تھا۔ تاکہ وُہ حملہ سے محفوظ رہیں مگر زہر داخل کرنے سے بعض اوقات ایسا سخت نتیجہ نکلتا تھا۔ کہ اصل حملہ کے برابر ہی ہو جاتا تھا۔

چند سال بعد انگلینڈ میں ایک ڈاکٹر جینر ایک لڑکی کو ملا جبکہ وُہ چیچک کا مریض دیکھ کر رہا تھا

ڈاکٹر نے لڑکی کو ادھر جانے سے روکا۔ کہ اسپر کبھی چیچک کا حملہ ہو جاوے گا۔ لڑکی نے جواب دیا۔ کہ وہ چیچک کے حملہ سے محفوظ ہے۔ کیونکہ گائے کے چیچک نکل چکی ہے +

ڈاکٹر کو یہ معلوم ہوا کہ گائے کے بھی اسطرح چیچک نکلتی ہے اور بہت ہی نرم ہوتی ہے۔ اسے دوبارہ ٹیکا کا علاج لگانے سے چیچک کا زہر لیکر داخل کرنیکے طریقہ پر سوجھا۔ چنانچہ تجربہ کرنے پر اس میں کامیابی ہوئی اور ٹیکا کا رواج عام ہو گیا۔ اس کا نتیجہ نہایت تسلی بخش ہے۔ کہ ٹیکا نے چیچک کے مرض کو جو پلیگ اور ہیضہ کی طرح پھیلا کرتا تھا۔ یوروپ وغیرہ ممالک سے بالکل دور کر دیا ہے۔ لیکن اس طریق کا سائنٹفک طور پر کچھ علم نہ تھا +

خوردبین کے مکمل ہو جانے پر بہت سے عالموں نے بکٹیریا کی موجودگی اور ان کے بیماری کے ساتھ تعلقات پر رائیں ظاہر کیں۔ لیکن فرانس کا مشہور عالم پاسٹیور پہلا شخص تھا۔ کہ جس نے ریشمی کیڑے کے اندر بیماری کی تحقیقات کرتے ہوئے بکٹیریا کو علیحدہ کر کے ثابت کیا اور علیحدہ طور پر اسکی پرورش کی۔ اس عالم نے چند سال کے بعد کتوں کی بیماری کا بکٹیریا اور اس کا بھی زہر سے پیدا کیا ہوا علاج نکالا۔ جو نہایت کامیاب علاج سمجھا جاتا ہے +

اس کے بعد سنہ ۱۸۶۵ء میں لیڈن برا کے ڈاکٹر سر جوزف لسٹر نے بکٹیریا کی موجودگی زخموں وغیرہ میں دیکھ کر موجودہ انٹی سپٹک سرجری کی بنیاد ڈالی۔ ہمارے ہاں ایک بات عام ہے کہ ساون بھادوں کے دنوں میں اگر زخم ہو جائے تو بہت دیر میں اچھا ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت خون پتلا پڑ جاتا ہے یعنی خون میں اچھا کرنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے +

حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ اس موسم میں برسات کی وجہ سے ہوا اور تمام اشیاء بکٹیریا سے بھری ہوتی ہیں۔ زخم ہوتے ہی بکٹیریا اندر داخل ہو جاتے ہیں اور زخم خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور انٹی سپٹک سرجری کا اصول یہ ہے کہ زخم کو ہر طرح کے بکٹیریا سے محفوظ رکھا جائے اور باقاعدہ بکٹیریا مارنے والے لوشن سے دھویا جائے +

اس سے پہلے یہ خیال تھا۔ کہ پیپ یا راک اچھی ہوتی ہے اور زخم اچھا ہونے کی نشانی ہے۔ لیکن اب یہ کہ ہر قسم کی پیپ یا راک بکٹیریا کے عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور اگر زخم بکٹیریا سے صاف رکھا جائے۔ تو خود بخود بغیر راک بننے کے اچھا ہو جاتا ہے۔ صرف کسی انٹی سپٹک لوشن سے دھو لینا چاہئے +

سنہ ۱۸۸۳ء میں جرمن گورنمنٹ نے ایک کمیشن ہیضہ کی بیماری کی تحقیقات کے لئے ایشیا کو روانہ کی تھی اسوقت جرمنی کے مشہور ڈاکٹر کاخ نے ہیضہ کا بکٹیریا دریافت کیا۔ زیادہ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ

تقریباً وُہ تمام بیماریاں جو ایک دُوسرے کو ہو جاتی ہیں۔ خاص خاص بکیٹریا کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ڈیپتھریا باد فرنگ۔ ملیریا۔ منونیا۔ تپ دق۔ تپ محرقہ وغیرہ سب کا سبب بکیٹریا ہیں +

جس اصُول پر ٹیکہ لگانا اتنا مُفید ثابت ہُوا ہے۔ اس اصول پر ان بیماریوں کے علاج نکالنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک کے طریقہ علاج میں جلد ایک طرح کا انقلاب ہو جاویگا باد فرنگ اور ڈیپتھریا کے لئے بالکل تسلی بخش علاج نکل چکا ہے۔ اِن دنوں جرمنی کے ایک ڈاکٹر فرائیڈ مین نے تپ دق کے مرض کا علاج نکالا ہے جس کے پُورے کامیاب ہونے کی اُمیدیں دلائی جاتی ہیں +

جتنا میں نے لکھا ہے اس کا بہت سا حصّہ تو میڈیکل سائنس کے متعلق ہے۔ لیکن اس کا ایک اور پہلو ہے جو عام لوگوں سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ اس علم نے دُنیا میں ایک اور تبدیلی پیدا کی ہے۔ وُہ یہ کہ بجائے اسکے کہ لوگ بیماریوں کے علاج ڈھونڈیں ایسی ترکیبیں عمل میں لائی جائیں۔ جن سے ان بیماریوں کا وجُود ہی مٹ جائے۔ انگریزی کہاوت ہے روکنا بعد کے علاج سے بہتر ہے۔ ناظرین حیران ہونگے کہ یہ کیسے ممکن ہے اسکی ایک مثال امریکہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے +

امریکن لوگ آجکل دُنیا کے ایک سب سے بڑے کام میں مشغول ہیں جو ہمیشہ تک امریکن بزرگی کی یادگار رہے گا۔ دو دُنیا کے بڑے سمندروں کو کھود کر ملانا اتنا عظیم کام ہے کہ امریکن لوگ ہی اس کا ارادہ کرسکتے تھے اور یہی اسکو تکمیل تک پہنچا لائے ہیں۔ اس سے پہلے فرانسیس وغیرہ لوگوں نے شروع کرکے کروڑوں روپیہ اور جانوں کا نقصان کرکے چھوڑ دیا تھا۔ عام دقتوں کے علاوہ سب سے بڑی دقت یہ تھی۔ کہ اس تمام علاقہ میں ملیریا بخار اِس قدر تھا۔ کہ مزدور وہاں پر کام ہی نہیں کر سکتے تھے۔ نہر کا کام کرنیکے لئے یہ ضرُوری ہُوا۔ کہ ملک کو بخار سے آزاد کیا جائے۔ اس سے پہلے اس خاص مچھر کے مارنے کا کام شروع کیا گیا۔ جو ملیریا کا کیڑا ایک اِنسان سے دُوسرے اِنسان میں لیجاتا ہے۔ اس مچھر کے ختم ہونے پر وہاں سے بخار کا نام مٹ گیا +

اب معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں وُہ زمانہ جلد آنے والا ہے جب ڈاکٹروں کو زیادہ علاج نہ کرنا ہوگا بلکہ گاؤں اور شہروں کی آب ہوا اور عام صحت کی نگہبانی کرنی ہوگی۔ تاکہ کوئی بیماری کسی راستہ سے داخل نہ ہونے پاوے +

ڈاکٹر صرف معالج ہی نہ ہونگے۔ بلکہ عام طور پر محافظ صحت ہونگے۔ اور اس کے لئے بہت کام کرنے کی ہمارے ملک میں جس قدر ضرُورت ہے۔ صفحہ ہستی پر کسی اور جگہ نہ ہوگی +

نیپال کی ترائی اتنا بڑا علاقہ ہے۔ مگر بکیٹریا کی وجہ سے آباد نہیں ہوسکتا۔ اگر امریکن لوگ ایک ملک کو بخار سے آزاد کرسکتے ہیں تو کیا نیپال اگر وہاں کوئی عقل و ہنر رکھتا ہو اسے قابل آبادی نہیں بنا سکتا

یوکلپٹس (سفیدہ) کے درخت عام طور پر لگا دینے سے زمین دلدل سے خشک ہو جاتی ہے۔ اور ملیریا سے آزاد ہو سکتی ہے یہ درخت خود بخود چار سال میں بڑھ کر پھیل جاتے ہیں۔ دوسرے پھیلنے والی بیماریوں کے لئے ہمارے ملک کے نہ صرف چاروں طرف سے دروازے کھلے ہیں۔ بلکہ ان کو بلانے کے سب سامان موجود ہیں صرف یہی بدقسمت ملک ہے جس کے رہنے والے روز بروز بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ گاؤں اور شہروں میں صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ اور لوگوں کو صفائی کے قاعدے کا علم نہیں اسلئے عرض کرتا ہوں کہ قصبوں اور شہروں کی کمیٹیوں کے ممبروں کو اور ریاستوں میں تمام دیسی ذمہ وار افسروں کو اس سائنس کے عام اصولوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ کہ پبلک کے حفظان صحت کے فرائض انجام دینے کی لیاقت پیدا ہو۔ کوئی شخص ذاتی طور پر کتنا ہی صحت کا خیال رکھے لیکن جب پبلک کی صحت کا کوئی انتظام نہ ہو۔ تو وہ دوسروں کی بیوقوفی سے پیدا شدہ بیماریوں کا شکار ہو جاویگا +

بیکٹیریا کے تباہ کرنے والے سامان معمولی طور پر مندرجہ ذیل ہیں:-

سورج کی روشنی۔ سورج کی کرنوں میں بیکٹیریا کو ہلاک کرنے کی طاقت موجود ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ سب مکانات خاص طریقہ پر اور کمیٹی کی منظوری سے بنائے جائیں جن میں روشنی کا کافی انتظام ہو شہروں کی گلیوں اور کوچوں کی صفائی باقاعدہ ہونی چاہئے +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہماری خوراک کا پس ماندہ کہیں گھر میں نہ رہنا چاہئے۔ کیونکہ بیکٹیریا بھی یہی خوراک پسند کرتے ہیں اور وہاں پر فوراً بڑھنا شروع کر دیتے ہیں +

بعض جانوروں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا۔ مکھیاں گرمی کے موسم میں غلاظت کا منبع ہوتی ہیں ان سے جہانتک ہو سکے۔ خوراک وغیرہ کو بچانا چاہئے اور مچھروں سے جسم کو بچانا چاہئے۔ اگر ان کی وجہ سے بخار پھیلتا ہو تو کیروسین تیل ڈال کر ان کو مارنا بھی پڑتا ہے +

جس گھر میں ایسی بیماری ہو۔ اس مکان کو صاف کرنے کے لئے جرم ہلاک کرنے والی اشیا استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ یعنی کاربالک لوشن۔ گندھک جلانا اور غلیظ جگہ پر چونہ ڈال دینا وغیرہ وغیرہ مفید ہے خالی گھر کے اندر آگ جلانے کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ پرانے زمانہ میں ہون کا دستور جرم ہلاک کرنے کا بڑا ذریعہ تھا +

چہرہ کی پھنسیوں کے واسطے

تخم مولی۔ گوگل کو پانی میں پیس کر طلا کریں صبح کے وقت آب نیم گرم سے دھو ڈالا کریں۔ چند روز کے استعمال سے چہرہ صاف ہو جائیگا +

بچہ کیوں روتا ہے؟

بچہ کے رونے کی طرز سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ جب بچہ سخت چلا کر روئے تو سمجھ لو کہ اس کے پیٹ میں درد ہے اور اسے دوائی پلانے کی ضرورت ہے۔ اگر کیا روئے اور چپ نہ ہو بلکہ آں آں کرتا چلا جائے اور بند نہ ہو تو اس کے سر میں درد ہوتا ہوگا۔ جب بچہ کبھی روئے اور کبھی چپ ہو جائے اور اس کے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوں تو وہ دانت نکالتا ہوگا۔ جو کا بچہ اسطرح روتا ہے کہ گویا اس میں صبر و قرار کی طاقت نہیں ہی۔ بچہ کو جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے آنسو کم نکلتے ہیں۔ مگر وہ ہاتھوں سے نکل نکل جاتا ہے اور جسم کو سخت طور پر ہلاتا ہے۔ ہوشیار دائیں جو ان باتوں کا خیال رکھیں معلوم کر سکتی ہیں کہ ان کے بچہ کو کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔

(۵)(۵)(۵)

علم جڑی بوٹی

ناگ مار یعنی بھنگرہ

(امرت)

بھنگرہ مشہور اوشدھی ہے۔ ناگ مار بھنگرے کا ایک نام ہے۔ اگرچہ بھنگرے کے اور بھی بہت سے نام ہیں لیکن یہاں صرف اسی بات پر وچار کرنا ہے کہ بھنگرے کو ناگ مار کیوں کہا گیا ہے یہ بھی کہا نہیں جا سکتا کہ ناگ مار بھنگرے کے سوائے اور کسی اوشدھی کا نام نہیں۔

ناگ سانپ کو کہتے ہیں جس طرح کڑوے بادام کے کھلانے سے طوطا مر جاتا ہے اور کنیر کے کھلانے سے گھوڑا مر جاتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح اگر بھنگرہ کسی طرح سانپ کو کھلا دیا جائے تو سانپ مر جاتا ہے جن گھروں میں سانپ رہتے ہوں۔ ان میں بھنگرے کی گولیاں آٹے وغیرہ میں لپیٹ کر ڈال دیں ان کے کھانے سے سانپ مر جائیں گے۔ بھنگرہ سانپوں کو ہی نہیں مارتا۔ بلکہ سانپ کے زہر کو بھی مارتا ہے۔ بھنگرے کا رس پلانے سے سانپ کا زہر دور ہو جاتا ہے۔

ناگ ہاتھی کو بھی کہتے ہیں بھنگرے کے کھانے سے نہ صرف یہ کہ سانپ ہی مر جاتا ہے! ورنہ صرف یہ کہ سانپ کا زہر ہی دور ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہاتھی بھی مر جاتا ہے۔ اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سانپ کو مارنے سانپ کا زہر اتارنے اور ہاتھی کو مارنے کے لئے بھنگرے کی مقدار خوراک کس قدر کافی ہے۔

ناگ میگھ یعنی بادل کا نام بھی ہے۔ جہاں اتی ورشا ہو رہی ہو بے وقت بارش ہو رہی ہو۔ وہاں

خشک بھنگرے کا ہون کرنا بادلوں کو دُور کرتا ہے +

ناگ ناگر موتھ کو بھی کہتے ہیں۔ اگر ناگر موتھ کے اتی یوگ یا متھیا یوگ سے کوئی وکار پیدا ہو گیا ہو تو وہ بھی بھنگرے کے استعمال سے دُور ہو جاتا ہے۔ ناگر موتھ جیسی سادھارن چیز سے بھی وکار پیدا ہو سکتا ہے اس میں سندیہہ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ کوئی بھی چیز ہو۔ اتی یوگ یا متھیا یوگ سے ہانی کارک ہوتی ہے + کسی نسخہ یا یوگ میں اگر بھنگرہ اور ناگر موتھ ساتھ ساتھ ہوں۔ تو بھنگرہ ناگر موتھ کے اثر کو دبا لیتا ہے بھنگرہ جس نسخہ میں ڈالا گیا ہو۔ اس میں ناگر موتھ کا ڈالنا بے فائدہ ہو جاتا ہے +

جہاں ناگر موتھ بادلوں کو لاتا ہے وہاں بھنگرہ بادلوں کو دُور کرتا ہے اس لحاظ سے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاں بارش نہ ہوتی ہو۔ اور بارش کی ضرورت ہو وہاں ناگر موتھ کے ہون سے بادل کو لایا اور برسایا جا سکتا ہے۔ اور جہاں بارش بے موقعہ ہوتی ہو۔ یا ضرورت سے زیادہ ہوتی ہو وہاں بھنگرے کے ہون سے بارش بند اور بادلوں کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ بادلوں کے لانے اور دُور کرنے میں اصُول سے بےخبر لوگوں کو شک ہو سکتا ہے +

بھنگرہ جہاں بارش اور بادلوں کو دُور کرتا ہے وہاں ان روگوں کو بھی دُور کرتا ہے جو بارش اور بادلوں کے کارن پیدا ہوتے ہیں۔ بارش اور بادلوں کے کارن کون کون روگ پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر بھنگرے کو کس طرح استعمال کیا ہوا ان کو دُور کرتا ہے یہ بتلانے کیلئے ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہاں اس کی طرف بطور اشارہ بتلایا گیا ہے۔ اگر ہو سکا تو کبھی اس پر مفصل بھی لکھا جائیگا۔ بدھی وان سجنوں کو اس اشارہ سے ہی فائدہ اٹھانا چاہئے +

بھنگرہ میگھ اور جل کے دوشوں کو بھی دُور کرتا ہے۔ میگھ کے دوش یا دوشوں کا ذکر کیا گیا اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک جگہ کے رہنے والے منش کے دُوسری جگہ کا پانی موافق نہیں آتا۔ اور طرح طرح کے امراض کا کارن بن جاتا ہے۔ بھنگرے کے استعمال سے جل کا دوش بھی دُور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کا پانی موافق نہ آتا ہو۔ تو اُسے چاہئے۔ کہ خشک اور باریک پسا ہوا بھنگرہ پانی کے ساتھ صبح شام چار چار ماشہ کھا لیا کرے۔ جن لوگوں کو ہمیشہ سفر میں ہی رہنا پڑتا ہو۔ ان کے لئے بھنگرے کا استعمال نہایت مفید ہے +

ناگ کیسر کو بھی ناگ کہتے ہیں۔ ناگ کیسر کے اتی یوگی یا متھیا یوگ سے ہونے والے روگ بھی بھنگرے کے استعمال سے دُور ہو جاتے ہیں اور بھنگرہ ناگ کیسر کو بھی نکما یا بے اثر کر دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ عرصہ سے یا زیادہ عرصے سے لوگ اس اصول سے نسخہ میں بھنگرہ اور ناگر موتھ اور بھنگرہ اور ناگ کیسر کو اکٹھا

کرنے لگے ہوں +

ناگ اس وایو کا نام بھی ہے کہ جوڈکار لاتا ہے۔ ڈکار نہ آتے ہوں۔ رک رک آتے ہوں یا زیادہ آتے ہوں۔ بھنگرے کا استعمال کرنا مفید ہے۔ چار چار ماشہ صبح و شام کھانا کھانے کے بعد پانی کے ساتھ کھانا چاہئے +

گربھ آشیہ (رحم) میں وچرنے والا وایو بھی ناگ کہلاتا ہے۔ اسکے وکار سے بانجھ پن بھی دور ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بھنگرے کا استعمال کرنا مفید ہے۔ بانجھ عورت کو صبح و شام گئو کے گرم دودھ کے ساتھ باریک پیس کر کپڑ چھان کیا ہوا بھنگرہ چار چار ماشہ کھلانا چاہئے +

قلعی سیسہ اور جست کا نام بھی ناگ ہے۔ بھنگرہ ان کو بھی مارتا ہے۔ یہ تینوں دھاتیں الگ الگ ہوں یا ملی ہوئی ہوں بھنگرے سے کشتہ ہو جاتی ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی بھی دھاتو کا کشتہ کرنا ہو تو پہلے اسے پگھلا پگھلا کر سات بار بھنگرے کے رس میں یا جوشاندے میں بجھائیں۔ شدھ ہو جائیگی۔ اس کے بعد مٹی کے برتن کو آگ پر چڑھا کر بقدر پانچ تولہ دھاتو ڈال کر لکڑی سے ہلاتے رہیں۔ جب پگھل جائے تب بھنگرے کو جو پسا ہوا ہو چٹکی چٹکی ڈال کر چلاتے رہیں۔ دو تین گھنٹہ میں اچھی بھسم ہو جاتی ہے۔ اگر ان تینوں دھاتوں کو ملا کر کشتہ تیار کریں۔ تو یہ تردھاتہ کہلاتا ہے۔ اسطرح تیار کی ہوئی کوئی دھات یا تردھاتہ۔ پرمیہہ۔ سوزاک و عورتوں کے سیلان الرحم وغیرہ امراض کو دور کرتا ہے۔ مناسب نوپان سے کھلانا چاہئے +

اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بھنگرہ سوائے ان تین دھاتوں کے کسی اور دھات کو بھسم نہیں کر سکتا بھنگرے کو ناگ مار کیوں کہا گیا ہے۔ اس پر یہ چھوٹا سا لیکھ کسی قدر روشنی ڈالتا ہے۔ ناگ مار شبد کے اندر ابھی اور کس قدر رتن بھرے ہوئے ہیں یہ رام جانے +

بھنگرے کی چائے

عینک لی تو آنکھیں قائم۔ ورنہ اندھے۔ دانت خراب ہوتے ہیں تو لاکھوں روپیہ کا منجن اور برش ولایت سے منگوائے جاتے ہیں۔ اگر دانت جاتے رہے۔ تو بھی لاکھوں کے مصنوعی دانت لگانے پڑتے ہیں۔ لاکھوں مرد و عورتوں کے اپنی غلطیوں یا غلط کاریوں سے وقت سے پہلے ہی بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بالوں کو کالا کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ کا خضاب بھی دوسرے ملکوں سے آتا ہے۔ چونکہ ولایت کے خضاب میں تیزاب ہوتا ہے۔ اس سے بالوں کی ہی سبھی جڑیں بھی کمزور ہو جاتی ہیں +

دراصل آنکھوں دانتوں اور بالوں کی حفاظت یا خوبصورتی کے نام پر دیش کی دولت لٹ رہی ہے اور دیش عالمگیر مصیبت میں مبتلا ہے۔ اگر ہم اپنی معمولی چیزوں کو غیر معمولی لاپرواہی سے نظر انداز نہ کرتے تو سچ مچ آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا ع

بھولا نہ جانئے جو شام کو گھر آ جائے

ابھی وقت ہے اگر ہم اب بھی سنبھل جائیں۔ تو سمجھئے کہ کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارے دیش میں ہزاروں ایسی چیزیں ہیں کہ جن میں سے اگر ہم ایک کا بھی باقاعدہ استعمال کریں۔ تو نہ آنکھیں جائیں۔ نہ دانت خراب ہوں۔ اور نہ بال ہی بے وقت سفید ہوں۔ اور اگر آنکھوں دانتوں اور بالوں میں خرابی آ بھی گئی ہو۔ تو بھی دور ہو جائے اور وہ چیزیں بھی ایسی ہیں کہ عموماً بغیر کسی دقت کے مل سکتی ہیں۔ اور اگر قیمت بھی لگانی پڑے۔ تو بہت تھوڑی مثال کے طور پر یہاں بھنگرے کا ذکر کرتا ہوں ۔

دریاؤں۔ ندیوں، جھیلوں اور جوہڑوں وغیرہ کے کنارے اور باغ اور باغیچوں میں کہ جہاں زمین ہر وقت تر رہتی ہو۔ بھنگرہ بکثرت پایا جاتا ہے۔ سفید پھول کا بھنگرہ عموماً ملتا ہے۔ اور سیاہ پھول کا بہت کم۔ لوگوں میں مشہور یہی ہے کہ بھنگرہ سفید اور سیاہ پھول کے لحاظ سے دو ہی قسم کا ہوتا ہے لیکن شالگرام نگھنٹو بھوشن کے کرتا نے زرد پھول کا بھنگرہ بھی بتلایا ہے۔ زرد پھول کا بھنگرہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ وشو بھنڈار انت ہے۔ جو چیزیں نہ کتابوں میں لکھی دیکھیں اور نہ کسی سے سنیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ سفید رنگ کے کوے سرخ اور سفید رنگ کے طوطے سفید مور وغیرہ چڑیا گھروں میں دیکھ لئے۔ آخر وہ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور پائے جاتے ہیں یہ اسلئے لکھا ہے کہ جہاں سفید اور سیاہ۔ زرد پھول کا بھنگرہ بتلایا گیا ہے۔ وہاں میں نے ایک ندی کے کنارے جو کوہ کنڈہ گھاٹ اور چائل کے درمیان پگڈنڈی کے راستے جاتے ہوئے ملتی ہے۔ سرخ پھول کا بھنگرہ بھی دیکھا ہے +

گلابی رنگ وہ مانا گیا ہے کہ جو گلاب کے پھول جیسا ہو۔ یہ اس وقت سے مانا جاتا ہے۔ جبکہ لوگوں کو گلاب کے پھول کا ایک ہی رنگ یعنی "مشہور گلابی" معلوم تھا لیکن اب ہم اپنی آنکھوں سے علاوہ گلابی رنگ کے پھول والے گلاب کے سفید پھول۔ زرد پھول۔ گل عباسی پھول بینگنی پھول جیٹھی پھول۔ موتیا پھول۔ نیلا پھول اور سیاہ رنگ کے پھول والے گلاب کے پودے بھی دیکھ رہے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ایک دن سبز رنگ والے پھول کا گلاب نہ دیکھیں گے وغیرہ +

بھنگرہ اور کس کس رنگ کا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اسکے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا +

چونکہ ہمارے دیش میں رجہانتک کہ واقفیت کام کرتی ہے عموماً سفید پھول کا بھنگرہ ہی زیادہ تر پایا

جاتا ہے۔ اسلئے یہاں اسکے متعلق ہی لکھا جاتا ہے +

بغیر وچار اور طبی مشورے کے چائے پی پی کر ہمارا آدھے سے زیادہ دیش پاگل بن رہا ہے بہت سے آدمی چائے کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں۔ کہ اگر اُن کو وقت پر تیار چائے نہ ملے تو وہ کچی چائے چبا کر پانی کے چند گھونٹ پی لیتے ہیں +

چائے کے استعمال سے جہاں اس دیش کے لوگوں کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ وہاں پیسہ پیسہ اکٹھا ہو کر کروڑوں روپیہ غیر ملک کے کاشتکاروں یا بیوپاریوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ بہر صورت ہمارا دیش گھاٹے میں رہتا ہے +

بھنگرہ سایہ میں خشک کیا ہوا چھ ماشہ آدھ سیر پانی میں نرم آنچ پر پکائیں۔ جب آدھ پاؤ پانی باقی رہ جائے تب چھان کر پاؤ بھر گنو کے گرم دودھ میں ملائیں ایک تولہ گئو کے گھی کو آگ پر چڑھائیں۔ جب گھی پک جائے تب بھنگرے کا جوشاندہ ملا ہوا دودھ اس میں چھوڑ دیں اور اُتار کر حسب ضرورت کھانڈ ملا کر گرم گرم پی لیا کریں صبح کے وقت نہار منہ اور رات کو کھانا کھانے کے ایک گھنٹہ بعد پینا چاہئے۔ جوشاندہ بنانے سے پہلے بھنگرے کو پانی میں دھو ڈالنا چاہئے۔ تاکہ گرد و مٹی دور ہو جائے یہ ضروری نہیں کہ دودھ پاؤ بھر ہی ہو۔ جو لوگ زیادہ پینا چاہیں اور ہضم کر سکتے ہوں وہ زیادہ بھی ڈال سکتے ہیں، اسی طرح گھی کی مقدار بھی حسب ہاضمہ بڑھائی جا سکتی ہے +

جو لوگ اپنی صحت سے پیار کرتے ہوں اُن کو چاہئے کہ مضر و مہلک صحت چائے کے استعمال کو چھوڑ کر مذکورہ بالا بھنگرے کی چاء کا استعمال کریں +

اس کے فائدے۔ اگر تندرست آدمی استعمال کرے، تو اس کے دانت بڑی عمر تک خراب نہ ہوں گے اور مضبوط رہیں گے۔ آنکھوں کی نگاہ بڑھ جائیگی اور بڑھاپے میں بھی کمزور نہ ہوگی۔ بال وقت سے پہلے سفید نہ ہونگے۔ بڑھاپا آنے پر بھی بہت دیر تک سیاہ رہینگے۔ کانوں کی سُننے کی طاقت دیر تک قائم رہے گی قوت حافظہ زائل نہ ہوگی۔ بدن پر جھُریاں نہ پڑینگی۔ نزلہ و زکام کے حملہ کا ڈر نہ رہیگا +

اسکے لگاتار استعمال سے ہلتے ہوئے دانت مضبوط ہو جاتے ہیں۔ کمزور ہوئی نگاہ دور ہو جاتی ہے۔ سفید بال دوبارہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔ بہرہ پن دُور ہو جاتا ہے۔ نسیان۔ مرگی۔ پاگل پن اور ہسٹیریا دُور ہو جاتا ہے۔ کمزوری حافظہ دُور ہو جاتی ہے۔ بدن اور چہرے کی جھُریاں دُور ہو جاتی ہیں۔ خشک دمہ اور خشک کھانسی میں بھی مُفید ہے۔ اسکو ہمیشہ استعمال کرنیوالے لوگ بہت سے امراض سے محفوظ رہکر لمبی عمر پاتے ہیں مستقل مزاج آدمی ان سے بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں +

بڑ کا دودھ

اگر اس دیش کے بچّوں کو جلد نہ سنبھالا گیا۔ اور وہ عام گیر بد صُحبت کے کارن وقت سے پہلے اور ضرورت سے زیادہ ویریہ کا ناش اسی طرح کرتے رہے تو جلد ہی اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ یہ ہین دیش اولاد پیدا کرنے کے قابل ہی نہ رہے گا +

بھارت سرکار اور بھارت کے نیتا سوئے پڑے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچّوں اور بچیوں کی شادی یا بربادی ہو رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچّے بخوف و خطر ویریہ کا خزانہ لٹا کر بیمار اور کمزور ہو کر جلدی جلدی موت کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔ انکی کوئی خبر نہیں لیتا +

اپنے ہاتھوں اپنے ویریہ کا ناش کر کے اپنی زندگی کو برباد کر کے بھری جوانی میں بوڑھوں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف یہ خود مایوسی اور نا اُمیدی کے سمندر میں غرق ہو کر بڑے دُکھ سے زندگی کے دن کاٹتے ہیں دُوسری طرف ان نامردوں کی عورتیں جن کی رکشا اور شکشا کا ان کی طرح ہی کوئی پربندھ نہیں۔ ان نامردوں سے نا اُمید ہو کر پتی برت دھرم کو چھوڑنے پر مجبور ہو کر غیر مردوں سے مُنہ کالا کرتی ہیں +

اسطرح جو دیش کبھی پتی برت اور استری برت دھرم کا دھام بنا ہُوا تھا۔ آج وبھچار کی منڈی بن رہا ہے اور یہ ایک ایسا پاپ ہے کہ جو دیش کی کشش کے دنوں دن ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔ مہاتما بھرتری ہری نے ٹھیک کہا ہے کہ ؎

ہم بوڑھے ہوتے ہیں۔ مگر ترشنا بوڑھی نہیں ہوتی

ایک طرف تو اس دیش کے جوانوں اور نوجوانوں کی یہ حالت ہے دُوسری طرف اس دیش میں کا مانده بوڑھوں کی بھی کمی نہیں۔ موت کے مُنہ میں جانا چاہتے ہیں۔ قبروں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ پھر بھی کام واسنا کو نہیں چھوڑتے۔ ظاہر بین آنکھیں دیکھیں تو نہ دیکھیں ورنہ اوستھا تو یہ ہے۔ کہ اس دیش کا کرہ ہوائی ہی کام اگنی سے جل رہا ہے +

جو لوگ جوانی سے پہلے ویریہ کا ناش نہیں کرتے وہ عمر بھر آنند سے رہتے ہیں برخلاف اس کے جو بچپن میں ہی اپنے قیمتی سرمایہ کو ختم کر چکتے ہیں وہ عمر بھر طاقت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں +

”اندھے اندھوں کے رکھشک“ کے مطابق اپنے بھلے اور بُرے کی تمیز کی طرف سے اندھے بچّوں کے ماتا پتا بھی اندھے ہی ہوتے ہیں۔ بیشمار مثالیں ہر جگہ نظر آ رہی ہیں کہ لڑکا چودہ سال کا ہونے سے پہلے ہی نامرد ہو جاتا ہے۔ احمق ماتا پتا اس حالت میں بھی اسکی شادی کر دیتے ہیں۔ وہ نامراد لڑکا تو مرا ہُوا ہوتا

ہی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بیگناہ دیوی کو بھی عمر بھر کے لئے تباہ کر دیتے ہیں +

میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں۔ کہ جو ذی عزت۔ بیوقوف۔ ساتھ ہی بدقسمت بھی ہے۔ جوانی سے پہلے اس کا لڑکا نامرد ہو چکا ہے۔ اسپر اسکی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دیکھا۔ کہ اسکے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ تو بجائے اس کے کہ اس نامراد لڑکے کا طبی معائنہ کرایا جاتا۔ اسکی دوسری شادی کر دی۔ نامرد لڑکا ہے عورتیں اس کے ساتھ دو باندھ دیگئی ہیں۔ لڑکا رو رہا ہے۔ ادھر بیچاری عورتیں سر پیٹ رہی ہیں۔ اس ماتم کے ساتھ ساتھ اور بھی کیا کچھ ہو رہا ہے اسے بہت لوگ جانتے ہیں۔ ایکطرف دولت لٹ رہی ہے دوسریطرف عزت جا رہی ہے +

اس قسم کے دکھیوں کی اس دیش میں کمی نہیں۔ کوئی ہے جو اس دیش کا اس پہلو میں سدھار کرے؟ سارے کا سارا دیش کام اگنی میں جل رہا ہے۔ کام ساگر میں ڈوب رہا ہے۔ بھارت سرکار بھارت کی پرجا اور بھارت کے نیتا کانوں میں تیل ڈالے پڑے ہیں۔ جن باتوں سے دیش کی در اصل جڑیں مضبوط ہو سکتی ہیں۔ ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ نکمی باتوں کے لئے شور مچا کر طاقت کا ناش کیا جا رہا ہے +

دیش کے بوڑھوں کو دیش کے جوانوں کو طاقت کی ضرورت ہے اور یہ طاقت کی تلاش میں باولے ہو کر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک سد ویدوں کی دیکھا دیکھی بیشمار بھرڈپیوں نے ویدوں کا سوانگ بھر کر دیش کے نامردوں اور طاقت کے خواہش مندوں کو طرح طرح کے دم جھانسے دیکر لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ اور یہ لوٹ عالمگیر ہو رہی ہے۔ برسوں کی بداعتدالیوں سے پیدا کردہ نامردی و کمزوری کو دنوں میں دور کرنے کے سبز باغ دکھلا کر لوگوں کو اندھا بنایا جا رہا ہے۔ دیریہ سے خالی لوگوں میں عقل کہاں۔ اسلئے یہ لوگ بھی نہیں سوچتے۔ کہ برسوں کا روگ چند دنوں میں کیسے دور ہو سکتا ہے؟ آخر جگہ بہ جگہ منہ کی کھاتے ہیں۔ طاقت کیلئے دوڑتے دوڑتے دولت بھی کھو بیٹھتے ہیں +

جہانتک ہماری آواز کام کر سکتی ہو۔ وہاں تک کے ان لوگوں کے لئے کہ جو کسی نہ کسی طرح نامرد ہو چکے ہوں۔ کمزوری یا جریان میں مبتلا ہوں۔ مندرجہ ذیل بڑ کا دودھ دوا بھی ہے اور غذا بھی ہے۔ اسکے لگاتار کچھ عرصہ استعمال سے فائدہ اٹھائیں +

بڑ کے دودھ سے یہاں وہ دودھ مراد نہیں ہے کہ جو بڑ کے پتوں کو توڑنے سے ٹہنیوں یا تنے میں چھید کرنے سے نکلتا ہے +

بڑ کی دو تولہ کونپلوں کو کوٹ کر آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب آدھ پاؤ پانی باقی رہ جائے۔ تب مل چھان کے گئو کے آدھ سیر گرم دودھ میں ملائیں۔ اور پھر نرم آنچ پر پکائیں جب صرف دودھ باقی رہ جائے۔ تب حسب ضرورت کھانڈ ملا کر صبح اور اسی طرح شام کیوقت پئیں۔ اگر لگاتار استعمال کیا جائے۔ اور ویریہ کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔ تو دو ماہ میں ہی حیرت انگیز تبدیلی ہو سکتی ہے لیکن ایک سال تک استعمال کرتے رہنے چاہئے۔ تندرست آدمی بھی اس کے استعمال سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سردیوں میں اس دودھ میں حسب طاقت ہاضمہ گھی ملا کر بھی پیا جا سکتا ہے کمزوری نامردی اور جریان کے مریضوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ صرف دودھ اور کھانڈ کا خرچ ہے۔ ذرا سی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ بڑ کی کونپلوں کی کمی نہیں۔ اگر کونپلیں ملیں تو پتے بھی کام میں لائے جا سکتے ہیں +

جہاں بڑ کا درخت نہ ہو۔ وہاں کے لوگ دوسری جگہ سے منگوا کر خشک کونپلوں اور خشک پتوں سے کام لے سکتے ہیں۔ خشک کی تعداد ایک وقت کے لئے ایک تولہ کافی ہے۔ اس دودھ کے پینے کے بعد جبتک بھوک خوب نہ لگے۔ اس وقت تک کھانا نہ کھانا چاہئے +

چند آزمودہ اور نہایت قیمتی نسخے

اکسیر الدق

بنسلوچن ایک تولہ۔ کہربا شمعی ۶ ماشہ۔ کافور بھیم سینی ۶ ماشہ۔ مروارید ناسفتہ ۶ ماشہ۔ دانہ الائچی خورد ایک تولہ۔ رومی مصطگی ایک تولہ کیسر کشمیری ۶ ماشہ کستوری ۴ ماشہ۔ چوب صندل سفید پانچ تولہ ۴ ماشہ۔ سب چیزوں کو اس قدر کھرل کریں کہ غبار کی مانند ہو جائے۔ ہمیں سے دو ماشہ مغلوف مربہ آملہ ایک عدد میں ملا کر چار تولہ شربت اور تین چھٹانک مندرجہ ذیل کے ہمراہ مریض دق کو صبح اور شام کھلایا کریں +

نسخہ عرق۔ گلو سبز ۲۰ تولہ۔ کرنجوہ سبز ۲۰ تولہ۔ پوست اندرون نیم ۲۰ تولہ۔ کدو گھیا (لوکی) سبز ۲۰ تولہ۔ پیٹھا سبز ۴۰ تولہ۔ گل درخت پھولاہی ۲۰ تولہ۔ چوب صندل سفید ۲۰ تولہ گل سرخ ۲۰ تولہ۔ گل اڑوسہ ۲۰ تولہ۔ سونف ۴۰ تولہ۔ گئو کا دودھ آٹھ سیر پختہ۔ دودھ کے علاوہ سب ادویات کو گیارہ سیر پختہ پانی میں رات کو بھگو دیں۔ صبح دودھ ملا کر سولہ بوتل عرق کھینچ لیں +

نسخہ شربت۔ گل بنفشہ ۲۰ تولہ۔ چوب صندل سفید چھ تولہ۔ مصری دیسی ایک سیر پختہ

حسب دستور شربت تیار کریں +

اکسیر برائے کوڑھ اور پھلبہری

برگ نیم۔ چھال اندرون نیم۔ گل نیم۔ بیخ نیم۔ تخم نیم۔ گلو سبز۔ چیتہ۔ چرائتہ۔ عشبہ۔ چوب صندل سفید۔ کرنجوہ۔ منڈھی بوٹی۔ ہر ایک پانچ تولہ۔ سونف ساٹھ تولہ بیس سیر پانی میں رات کو بھگو کر صبح بارہ بوتل عرق کشید کریں۔ اور پھر مندرجہ بالا نسخہ کو کشیدہ عرق میں ڈال کر دوبارہ کشید کریں۔ یہ عرق صبح و شام پانچ پانچ تولہ پلائیں۔ نازک مزاجوں کو عرق پر سے چکنائی لے کر دو قطرہ کھانڈ تین ماشہ میں ملا کر کھلایا کریں۔ خوراک بیسنی روٹی گھی کے ساتھ۔ کوڑھ پھلبہری۔ آتشک و دیگر خرابی خون کو دور کرتا ہے +

اکسیر البدن

ایک من پکی ہوئی جامنوں کو ہاتھوں سے خوب مل کر برادہ فولاد چالیس تولہ۔ پوست ہڑ زرد۔ پوست بہیڑہ۔ پوست آملہ۔ ہر ایک پچاس تولہ۔ پانی ڈیڑھ من خام مضبوط مٹی کے برتن میں ڈال کر گل حکمت کر کے چالیس دن تک کھاد میں دبا رکھیں۔ اس کے بعد دار و ہلدی۔ مرچ سیاہ۔ کیسر کشمیری۔ سونٹھ۔ فلفل دراز۔ ہر ایک پانچ تولہ اضافہ کر کے عرق کشید کریں۔ صبح کے وقت پانچ تولہ عرق میں کسی قدر مصری ملا کر پینا چاہئے۔ خوراک بیسنی روٹی گھی کے ساتھ۔ مکھن و گھی جس قدر ہضم ہو سکے۔ پرہیز کے ساتھ استعمال کرنے سے جسم کو مضبوط بناتا ہے۔ ضعف جگر۔ ضعف معدہ۔ کمی خون۔ جریان منی۔ احتلام۔ سیلان الرحم اور کثرت طمث کیلئے اکسیر ہے۔ سفید بالوں کو سیاہ کرتا ہے +

اکسیر دمہ

قلمی شورہ بیس تولہ۔ جوکھار دس تولہ۔ نوشادر دس تولہ۔ نمک طعام اسی تولہ۔ برگ مدار سبز خام بذریعہ پاتال جنتر کشید کریں۔ پھر کیسر کشمیری۔ مرچ سیاہ۔ لگھ۔ سونٹھ۔ ہر ایک ایک تولہ۔ نمک ان سب نمک ڈوسہ تین ماشہ اضافہ کر کے ایک ہفتہ کے بعد خوراک ایک ماشہ سے شروع کر کے تین ماشہ تک دو ہفتہ استعمال کریں اور پھر ایک ہفتہ بند کر دیں۔ گھی اور مکھن کا بکثرت استعمال کریں اور دودھ بھی جس قدر ہضم ہو سکے۔ پرانے سے پرانا دمہ دور ہو جاتا ہے۔ خوراک گھی کے ساتھ بیسنی روٹی +

اکسیر جریان

بڑ کے پتوں کو جو کہ پیلے اور زرد رنگ کے ہوں۔ ایک من خام لیکر آہنی کڑاہے میں چار من خام پانی ڈال کر خوب پکائیں۔ جب پتے گل جائیں تو خوب ... کپڑے سے ... کر ... کپڑے میں ... کر ... میں ... استعمال شدہ

پانی کو نرم آگ پر پکائیں۔ کہ رادہ کی طرح ہو جائے۔ پھر بھوپھلی بوٹی کا سفوف بیس تولہ ملا کر چار چار رتی کی گولیاں بنائیں۔ ایک گولی سے شروع کر کے چار گولی تک استعمال کریں۔ بعد اس کے دودھ تازہ آدھ سیر پختہ چار تولہ مصری ملا کر پی لیں۔ سرخ مرچ۔ قند سیاہ۔ ترشی ہر قسم اور مباشرت سے پرہیز۔ جریان اور سیلان رحم کے لئے اکسیر ہے +

بہرے پن کی دوائی

اچھے اچھے چن کر جس قدر بھی مناسب سمجھیں لونگ لیکر کسی چینی یا شیشے کے برتن میں ڈالدیں۔ اچھا یہ ہے کہ ان لونگوں کو ایک بار پانی کے ساتھ دھو ڈالا جائے۔ تاکہ گرد اور مٹی وغیرہ بھی اگر کچھ ہو تو دور ہو جائے +

پھر اس برتن میں کاغذی لیموں کا رس کپڑے میں سے چھان کر اس قدر ڈال دیں کہ رس لونگوں سے کسی قدر اوپر آجائے۔ اور اس برتن کو دھوپ میں رکھدیں۔ برتن کسی ایسی جگہ رکھنا چاہئے۔ کہ جہاں گرد و غبار نہ پڑے +

جب رس بالکل خشک ہو جائے۔ تب اسی قدر رس اور ڈال دیں۔ اور اسی طرح دھوپ میں پھر رکھدیں۔ اسی طرح سات بار رس ڈال کر خشک کرنا چاہئے +

چونکہ اس ترکیب پر بہت سے دن لگ جاتے ہیں۔ اسلئے لیموں کا بہت سا رس نکال کر کپڑے میں چھانکر بوتلوں میں بھر رکھنا چاہئے۔ اور بوتل میں رس کے اوپر دو انگل کے قریب سوں کا تیل ڈالدینا چاہئے۔ اسطرح رکھا ہؤا رس بہت دیر تک نہیں بگڑتا۔ جب ضرورت ہو تب روئی کے ساتھ تیل کو پہلے نکال کر کام میں لانا چاہئے +

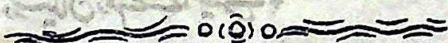
پھر ان لونگوں کو کپڑے سے صاف کر کے مشین میں دبا کر تیل نکال لیں۔ اگر مشین نہ ہو تو پاتال جنتر سے تیل نکال لیں۔ کونڈی سوٹے سے بادام روغن کیطرح ان کا تیل نکالا جاسکتا ہے۔ اس تیل کو چھان کر شیشی میں رکھ چھوڑیں +

صبح اور شام کیوقت اس تیل کو ذرا سا گرم کر کے دو دو بوندیں کانوں میں ڈالنے سے بہرہ پن دور ہو جاتا ہے۔ درد کان کے لئے بھی یہی تیل مفید ہے +

دانتوں کی جڑوں میں زخم ہوں اور ان سے پیپ بہتی ہو۔ تو اس تیل کو روئی کے ساتھ لگانے سے

آرام ہو جاتا ہے +

اس تیل کی سات بوندیں ایک چمچہ گرم پانی میں ملا کر مریض ہیضہ کو پلائیں سخت سے سخت مرض کو دور کرتا ہے +



چینی طبابت

چین کے کسی بھی حصہ میں کوئی معدنی یا نباتی تیزاب تیار نہیں ہوتا۔ نہ پارہ۔ چاندی۔ تانبہ۔ سونے سیسہ سے کوئی قابل ذکر کیمیائی مرکبات تیار کئے جاتے ہیں۔ دواؤں کو کشید کرنے کا طریق بھی ان لوگوں میں معدوم ہے اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اس بارہ میں آج سے دو تین ہزار سال پہلے آیورویدوالے چینیوں سے بدرجہا ترقی کر چکے تھے +

چین میں کسی قسم کا ٹنکچر تیار نہیں کیا جاتا مختلف درختوں اور پودوں کی جڑھیں شاخیں اور پتے کاٹ کر خشک کرلئے جاتے ہیں اور انہیں جمع کر رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف قسم کے کیڑوں اور حشرات الارض سے دواؤں کے طور پر کام لیا جاتا ہے۔ انہیں نہ صرف داخلی طور پر جوشاندہ۔ گولی یا سفوف کے طور پر کام میں لیا جاتا ہے۔ بلکہ خارجی طور پر ان سے پلستر کا کام بھی لیتے ہیں۔ دواؤں کے تیل یا لنی منٹ کو چین میں کوئی نہیں جانتا +

اگر کسی شخص کو وجع مفاصل سوزش اعصاب۔ درد اعصاب وغیرہ امراض ہوں تو کوئی چینی طبیب لنی منٹ استعمال نہیں کراتا۔ بلکہ مقابلہ میں آیوروید کے طریق پر جو گھرت اور تیل استعمال کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر مشہور ہیں اور ہر شخص ان کے فوائد سے واقف ہے۔ ایک اور تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ وہ لوگ پھوڑے پھنسی کے لئے کسی قسم کی مرہم استعمال نہیں کرتے۔ صرف ایک قسم کی سیاہ اور سرخ پلستر کبھی کبھی لگاتے ہیں جو دکھتے مقام پر بطور اینٹی ڈوٹ لگائی جاتی ہے۔ مختلف معدنیات سے بطور دوا جو جو کام لئے جاتے ہیں۔ ان کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا +

دھاتوؤں سے دوا کا کام

۱۔ سونا۔ سونے کو کوٹ کر نہایت باریک پترے (ورق) بنالئے جاتے ہیں اور جو مریض مر رہا ہو اسے طاقت پہنچانے کے لئے کھلاتے ہیں +

۲۔ چاندی۔ چاندی کا ایک ٹکڑا ایک بھٹی میں اتنی دیر تک رکھا جاتا ہے کہ وہ انگارے کی طرح سُرخ ہو جائے۔ اسکے بعد اسے پانی میں بجھا دیا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ یہ پانی مسکن ہوتا ہے اور اس سے تشنج رفع ہو جاتا ہے۔ یہ پانی ان بچوں کو پلایا جاتا ہے جنہیں (رع دمرگی) کا دورہ ہوتا ہے یا جو تشنج میں مُبتلا ہوں۔ اس دھات سے کوئی کیمیائی مرکب تیار نہیں کیا جاتا۔

۳۔ تانبہ۔ تانبے کا ایک ٹکڑا گرم سُرخ کرکے اسے سرکہ میں بجھایا جاتا ہے۔ یہ عمل ۹ بار کرتے ہیں اور اس کے بعد تانبہ کا سفوف کر لیا جاتا ہے۔ اگر بدن پر کہیں زخم ہو۔ خارش آتی ہو یا کوئی اور چوٹ وغیرہ کا زخم آ گیا ہو۔ تو اس جگہ یہ سفوف استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔ پارہ۔ پارہ سے داخلی استعمال کے لئے کوئی کیمیاوی مرکب تیار نہیں کیا جاتا۔ پھوڑے پھنسی کیلئے اس میں اور دوائیں ملا کر خارجی طور پر کام میں لاتے ہیں۔

۵۔ سیسہ۔ سیسہ کا سفوف خارجی طور پر تو استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اسے داخلی طور پر کبھی نہیں برتا جاتا۔

۶۔ جست۔ جست کو چین میں داخلی یا خارجی کسی بھی طریقہ پر بطور دوا نہیں برتا جاتا۔

جانداروں سے دوا کا کام

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ چینی بہت سے کیڑوں اور حشرات الارض سے بھی دوائی کا کام لیتے ہیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں :-

۱۔ ووکنگ۔ یہ کنکھجورے کی قسم کا جانور ہوتا ہے جو صوبہ سنر بچوں میں ملتا ہے۔ اسے بطور سفوف استعمال کرتے ہیں اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک بیحد زہریلی چیز ہے۔ زخموں کے زہر کا اثر دور کرنے کیلئے اسے خارجی طور پر کام میں لاتے ہیں۔ بعض اوقات خون کی صفائی کے لئے اسے داخلی طور پر بھی تھوڑی مقدار میں استعمال کرایا جاتا ہے۔

۲۔ کیانگ چن یا ریشم کا کیڑا۔ اسے بعض اور دواؤں کے ساتھ ملا کر جوش دیتے ہیں اور یہ جوشاندہ مریضان تشنج کو پلایا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مسکن چیز ہے۔ اس جوشاندہ سے خارجی طور پر زخم بھی دھوئے جاتے ہیں۔

۳۔ پان میاؤ۔ یہ خشک گبریلے کی طرح کا جانور ہوتا ہے اور پہاڑیوں پر ملتا ہے۔ اس کی ٹانگیں اور سر اُتار کر اس کا سفوف اس شخص کو پھنکاتے ہیں۔ جسے باؤلے کتے نے کاٹا ہو۔ اسے مرض ہلکاؤ یا ہائیڈرو فوبیا کا یقینی علاج سمجھا جاتا ہے۔ حمل ساقط کرنے کیلئے بھی یہی چیز دی جاتی ہے

زخموں اور سوجے ہوئے مقامات پر اسے خارجی طور پر لگاتے ہیں +

۴۔ ماشما۔ یا سمندری گھوڑا۔ یہ سمندروں یا بڑی بڑی جھیلوں میں ملتا ہے۔ اسے اُبالتے ہیں اور جوشاندہ اس مطلب کیلئے پلاتے ہیں کہ بدن سے زہریلے خون کو خارج کر دے یہ چیز زخم دھونے کے کام بھی آتا ہے +

۵۔ دو کو۔ یا پانچ عناصر۔ یہ چھوٹے کیڑے یا کرم کسی بڑے پاخانہ میں سے جمع کرلئے جاتے ہیں اور خیال ہے کہ وہ غذا کے پانچ عناصر ہیں یعنی (۱) چاول (۲) مکی۔ (۳) گندم۔ (۴) باجرہ (۵) جوار۔ اور ان کے قائم مقام ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کے معدے میں ہضم ہو کر نجاست کی صورت اختیار کرتی ہیں اور اس نجاست سے یہ کیڑے بنتے ہیں۔ اسلئے ان کے اندر ان کے خواص موجود رہتے ہیں۔ ان کیڑوں کو اُبال کر ان کی یخیاں بنائی جاتی ہیں۔ اور بدہضمی۔ قولنج اور دیگر وبائی امراض میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ ان کا شوربہ بھی استعمال کرایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے۔ کہ کمزوروں کے لئے اس دوا میں حیرت خیز قوت بخش تاثیر ہے +

۶۔ لوکو۔ اس سے مراد ہرن کے سینگ سے ہے۔ اس سینگ کی پھانکیں کر کے انہیں اُبال لیا جاتا ہے اور یہ جوشاندہ مریضانِ چیچک کو پلایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ پرانے پھوڑوں کے مریض کو بھی پلاتے ہیں +

۷۔ سوزنگ یعنی ہرن کا نرم سینگ۔ ہرن کے سینگ ہر برسات میں بدلتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا ہرن شکار ہو جائے۔ جسکے سینگ تازہ اور نرم ہوں تو اسے بہت بڑی کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ اس قسم کا سینگ پانچ روپے یا چھ روپے تولہ کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ سینگ تبت اور برہما سے آتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے اس قسم کا ہرن مار کر اسی روپے کینڈی کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا تھا جسنے اسے چھ سو روپیہ میں فروخت کیا۔ اس سینگ کو شراب میں حل کر کے بعد ازاں گرم کر کے خشک کر لیتے ہیں۔ اس کا سفوف اگر کمزور اور ضعیف لوگوں کو دیا جائے جن کے بدن میں لہو کی قلت ہو تو بہت مفید سمجھا جاتا ہے چینیوں کے ہاں ٹانک دوا پر بہت ناز ہے +

۸۔ سنوی یا سندگا۔ یہ کیڑے پہاڑیوں پر ملتے ہیں انہیں اُبال کر ان کا شوربہ مریضانِ تشنج اور عصبی امراض والوں کو پلایا جاتا ہے۔ ان سے پھوڑوں کو [illegible] کا کام بھی لیتے ہیں +

۹۔ چوچنی۔ یا [illegible] اس خطرناک جانور کا جوشاندہ یا شوربہ چینیوں کے نزدیک بڑی قدر ہے کیونکہ اس سے جذام مرگی اور خطرناک پھوڑوں کا علاج ہوتا ہے۔ خیال ہے کہ یہ شوربہ

بدن کے اندر سے خراب خُون کو نکال دیتا ہے +

۱۰۔ شونگ تن۔ یعنی ریچھ کا پِتا۔ اسے اسکی اگر اصلی صُورت میں نِکلوایا جاوے۔ تو ہر قسم کے بخار بالخصوص ملیریا کو فایدہ دیتا ہے +

۱۱۔ مانگ تن۔ یعنی بڑے سانپ کا پِتّا۔ اسے بھی اسکی اصلی صُورت میں نکلوایا جاتا ہے۔ اور تیز قسم کے ملیریا بُخار کا یقینی علاج سمجھا جاتا ہے +

۱۲۔ شیہ ہسیانگ۔ یعنی مُشک اس سے چین میں صرف امراض انسانی بلکہ گھوڑوں خچروں اور مویشی کی امراض میں بھی کام میں لیا جاتا ہے۔ بُخار والوں اور مریضوں کو جنہیں اندرونی حرارت کی شکایت ہو۔ یہ اصلی صُورت میں دیا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ اس سے بدن میں سکون پیدا ہوتا ہے بجائیکہ آیورویدمیں اسے محرکات میں شامل کیا گیا ہے +

اگر کسی مقام پر درد ہوتا ہو۔ تو چینی وہاں تھوڑا سا مشک رکھکر اسے آگ لگا دیتے ہیں۔ اس سے اس جگہ ایک مٹر کے دانہ کے برابر چھالا پڑ جاتا ہے بعض اوقات کسی شخص کی آنکھیں دُکھتی ہوں۔ تو اسکی کلائی پر اس قسم کا چھالا پیدا کیا جاتا ہے +

۱۳۔ نیگسن یا جنسئین۔ اسے امریکہ اور کوریا سے لایا جاتا ہے۔ تمام محرک ادویہ میں سے اس کا درجہ اوّل ہے۔ کوئی مریض خانہ ایسا ہو گا۔ جہاں اس کا روزانہ استعمال نہ ہوتا ہو۔ اس کا جوشاندہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ مریض یا کمزور آدمی اسے اسکی اصلی صُورت میں چباتے بھی ہیں۔ یہ نہ صرف محرک بلکہ ٹانک دوا بھی ہے۔ جہنگی بھی بہت ہے یعنی سات آٹھ روپیہ تولہ۔ زچہ عورت اور ایسے مرد کو جو جسمانی زخموں میں مُبتلا ہو۔ اس کا استعمال عام طور پر کرایا جاتا ہے +

اِن چیزوں کے علاوہ چینی فضلہ کو بھی بطور دوا کام میں لاتے ہیں :-

۱۴۔ پاخانہ۔ خشک پاخانہ کو جلا کر راکھ کر لیتے ہیں اور اس میں پانی ملا کر نتھار لیتے ہیں یہ مرکب ان مریضوں کو پینے کو دیا جاتا ہے جو خاص قسم کے ملیریا بخار میں مُبتلا ہوں +

دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھوکھلے بانس کو جس میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں۔ ایک بڑی ٹٹی میں کئی روز تک پڑا رہنے دیتے ہیں۔ اسکے بعد اس بانس کو اُٹھا لیتے ہیں اور اس میں سوراخ کے راستہ جو پانی سا جمع ہو گیا ہو۔ اسے کسی مرتبان یا بوتلوں میں بھر لیتے ہیں۔ جو شخص تیز قسم کے ملیریا بخار میں مُبتلا ہو اسے یہ عجیب و غریب عرق پینے کو دیا جاتا ہے۔ عام خیال ہے کہ اگر "بھتاسیو" یا یہ بڑی دوا ناکام رہے تو پھر کوئی دوا اس مرض کو دُور کر ہی نہیں سکتی۔ یہ ایسے مریضوں کا آخری علاج ہوتا ہے +

۱۵- پیشاب۔ وضع حمل کے بعد عورتوں کے لئے پیشاب کا استعمال محرک اور مقوی گنا جاتا ہے ایسی عورتوں کے خون کی اس کے ذریعہ بخوبی صفائی ہوتی ہے۔ عام طور پر چھوٹے بچے سے لیکر ۹ سال کے لڑکے تک کا پیشاب برتا جاتا ہے۔ لڑکی کا پیشاب کسی حالت میں استعمال نہیں کیا جاتا +

تشخیص و شناخت امراض

چین میں دو قسم کے ڈاکٹر ہوتے ہیں

۱- نوی کا یعنی داخلی علاج کرنے والا ڈاکٹر اور

۲- وائی کا یا خارجی علاج کرنے والا ڈاکٹر جسے سرجن بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ شخص پھوڑوں و گلٹیوں زخموں اور ٹوٹی ہوئی یا اکھڑی ہوئی ہڈیوں کا علاج کرتا ہے +

تشخیص مرض کے تین طریقے ہیں:-

۱- خارجی حالات کے مشاہدے سے +

۲- نبض دیکھ کر +

۳- زبان دیکھ کر +

ان کا ذکر جدا جدا کیا جاتا ہے +

(۱) خارجی حالات دیکھ کر مرض معلوم کرنے کے بجائے خود ۳ طریقے ہوتے ہیں +

ا- مریض کے بدن کی حالت کا عام مشاہدہ +

ب- اسکے دوستوں یا رشتہ داروں سے باتیں سنکر اور

ج- اس سے اسکی مرض کے متعلق حالات دریافت کر کے اور مختلف سوالات کا جواب حاصل کر کے +

۲- زبان دیکھ کر مرض کی تشخیص کا جو طریقہ مروج ہے اس میں زبان کے مختلف رنگوں کو مختلف عوارض کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً

سرخ زبان سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ شخص مذکور کے معدہ میں آگ کی طرح کی شدید حرارت ہے +

زرد زبان سے یہ حرارت لی جاتی ہے۔ کہ مریض کے اندر معمولی بخار کی حرارت ہے +

ہلکے سبز رنگ کی زبان سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ مریض کو فنگ یعنی ریح کی شکایت ہے۔ اور وہ امراض میں مبتلا ہے +

سفیدی زبان سے مراد یہ ہے کہ مریض سردی اور گرمی دونوں کے زیر اثر ہے +

سیاہ زبان سے یہ مراد سمجھی جاتی ہے کہ سردی کے شدید حملہ کے باعث مریض کے معدہ میں کوئی

سخت قسم کا زہر موجود ہے +

۳۔ بنض کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ۳ قسم کی ہوتی ہے اور ان چھ قسموں میں سے ہر ایک ہاتھ میں تین نبضیں ہوتی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) سوین (۲) کودان (۳) اشہ

انمیں سے سوین بنض جو بائیں بازو میں ہو۔ اسے دل کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ کودان کو جگر کا۔ وعلی ہذالقیاس +

دائیں بازو کی سوین بنض کا تعلق پھیپھڑوں سے کودان کا معدہ سے اور شر کا دماغ اور نظام عصبی سے قرار دیا جاتا ہے۔ بنض کی مختلف حالتیں ان لوگوں کے نزدیک حسب ذیل ہوتی ہیں:۔

۱۔ ینو یا نرم اور دبی ہوئی بنض سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اس کا تعلق جس عضو سے ہے۔ وہ کسی خارجی مرض میں مبتلا ہے +

۲۔ چن یا گہری بنض سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ اس کا تعلق اس عضو کے گہرے مرض سے ہے +

۳۔ ہیر یا سست بنض سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ حصہ مذکور بہت کمزور ہے +

۴۔ سو یا تیز نبض سے بخار مراد لی جاتی ہے +

۵۔ ہونگ یا مضبوط بنض سے مراد لی جاتی ہے۔ کہ عضو مذکور میں اندرونی سوزش ہے +

۶۔ سیر یا چھوٹی بنض سے انتہا درجے کی کمزوری اور خراب حالت لی جاتی ہے۔ علی ہذالقیاس +

بنض کی تمام حالتوں کا تعلق جسم کے کسی ایک یا دوسرے عضو سے ہو سکتا ہے۔ اگر فرض کرو کہ بائیں ہاتھ کی سوین بنض نرم اور دبی ہوئی ہو۔ تو اس سے یہ مراد دل کی خارجی یا سطحی بیماری سے لی جاتی ہے اگر بنض چن یا گہری ہو۔ تو خیال کیا جاتا ہے کہ عضو مذکور کسی گہرے مرض میں مبتلا ہے ایسے ہی اگر دائیں ہاتھ کی سوین بنض نرم اور دبی ہوئی ہو۔ تو اس سے مراد پھیپھڑوں کی خارجی بیماری سے لی جاتی ہے اور علی ہذالقیاس +

بنض دیکھتے وقت تین انگلیاں ناڑی پر رکھی جاتی ہیں اور ان کی بدولت تینوں نبضیں دیکھی جاتی ہیں۔ جب ایک ہاتھ کی بنض دیکھ لی جا چکتی ہے۔ تو دوسرے ہاتھ کی بنض بڑی احتیاط سے دیکھی جاتی ہے اور اسکے بعد تشخیص مرض ہوتی ہے +

اگر مریض کے ایک سانس لینے کے دوران میں نبض تین یا چار بار حرکت کرے۔ تو مریض کی حالت خطرناک خیال کی جاتی ہے۔ اگر ۵ یا ۶ مرتبہ حرکت کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ بنض اپنی حالت میں ہے۔ اور اگر ۹-۱۰ مرتبہ

حرکت کرے تو حالت ناگوار قرار دی جاتی ہے +

مختلف امراض کے اسباب

چینیوں کے نزدیک مختلف امراض کے جو جو اسباب ہوتے ہیں۔ وُہ بھی اس جگہ قابل ذکر معلوم ہوتے ہیں:۔

۱۔ **ملیریا بخار**۔ اس کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے۔ کہ جب کوئی شخص پیٹ بھر کر کھانا کھا کر سو جائے تو اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اور وُہ غیر ہضم شدہ کھانا ملیریا بُخار کے اسباب میں سے ایک ہوتا ہے۔ سردی اور گرمی لگنے کے علاوہ سیلی اور نم دار زمین پر سونے کو بھی ملیریا کے بواعث میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے +

۲۔ **بدہضمی**۔ جب غیر ہضم شدہ کھانا عرصہ دراز یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ کئی سال تک انتوں سے لگا رہتا ہے تو اس سے بدہضمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک بار ایک شخص نے آکر مُجھ سے بدہضمی کا علاج کرانا چاہا۔ اس نے کہا۔ کہ تین سال ہوئے۔ میں نے بھیڑ کا گوشت کھایا تھا۔ وُہ اب تک انتوں میں اٹکا ہوا ہے اب آپ اس گوشت کو تحلیل کر کے میرا علاج کریں۔ میں نے اسے کیسٹر آئیل کا جلاب دیا اور وُہ مطمئن ہو کر چلا گیا؟

۳۔ **جذام**۔ اسکے اسباب حسب ذیل قرار دئیے جاتے ہیں:۔

سرد پانی میں نہانا۔

سردی اور گرمی کا اثر پڑنا۔

کسی جذامی کی بُو سے مرض پیدا ہونا۔

کسی جذامی سے مباشرت کرنا وغیرہ +

۴۔ **چیچک**۔ چینیوں نے اس مرض کا سبب سمجھ رکھا ہے۔ کہ جس وقت عورت حاملہ ہو تو چیچک کا زہر اس کے رحم میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا زہریلا اثر جراثیم کے طور پر بچے کے بدن میں باقی رہتا ہے اور جب بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ تو یہ زہر چیچک کے دانوں کی صُورت میں پھوٹ نکلتا ہے +

انقلاب چین سے پہلے لوگ اکثر امراض بد کو مدار داحت سے منسوب کیا کرتے تھے لیکن اب ترقی یافتہ شہروں میں لوگ ان باتوں کے قائل نہیں رہے۔ ان لوگوں کے نزدیک چیچک۔ پھوڑے پھنسی اور آنکھ وکان کی امراض کے جُدا جُدا دیوتے ہوتے ہیں اور لوگ ان کو مختلف قسم کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ پھوڑوں اور کان اور آنکھ کے دیوتاؤں کے جسم پر کاغذ کے پلستر اور دوائیں لگائی جاتی ہیں +

مریض کی نگہداشت اور حفظ صحت۔ یُوں بھی عام طور پر چینی بہت ہی کم نہاتے

پھر اسپر مریضوں کے لئے تو نہانے کی قطعی ممانعت ہے۔ اگر کوئی بدنصیب کسی لمبے مرض میں مبتلا ہو۔ تو اس کے بدن پر میل کی موٹی تہ چڑھ جاتی ہے۔ اور انہیں کپڑے بدلنے کا شاذ و نادر ہی موقعہ ملتا ہے۔ اُنگلیوں کے ناخن بے حد بڑھ جاتے ہیں۔ صفائی وغیرہ کا اچھا خیال نہیں کیا جاتا +

مریض کی خوراک

کسی مریض کے علاج میں خوراک کی درستی اور اصلاح کی بہت بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ بنگالی میں ایک مثل ہے کہ "دش بید یہ سم پتھیہ" یعنی خوراک کی اصلاح دس ویدوں کی قابلیت کے برابر ہوتی ہے۔ یہ بات بہت حد تک صحیح بھی ہے لیکن افسوس کہ اس ملک میں سن رہی قاعدے کو منظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مریض اسہال تپ محرقہ اور کسی اور قسم کے تیز بخار میں مبتلا ہو تو اسے کھانے کے لئے معمولی چاول۔ سبزی اور گوشت دیا جاتا ہے +

اس قسم کی رقیق غذا مثلاً شوربہ۔ ساگودانہ۔ آش جو اور دودھ ان لوگوں کو پسند نہیں آتا اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اس سے مریض کو نقاہت پیدا ہوتی ہے +

کسی مرض کے شدید یا ہلکا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے۔ کہ مریض دن بھر میں چاول کے کتنے پیالے کھاتا ہے۔ اگر وہ نصف پیالہ یا اس سے کم کھاتا ہو۔ تو مرض کو شدید سمجھا جاتا ہے۔ بمبئی اور ہانگ کانگ کے بحری سواحل سے "ینویا" پرندوں کے گھونسلے اکٹھے کئے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابابیل کی قسم کا ایک بحری پرند ہوتا ہے۔ جو اپنے لعاب یا جھاگ سے اسے تیار کرتا ہے چین میں اس گھونسلے کو نہایت مقوی غذا سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس کا شوربہ تیار کر کے پیتے ہیں لیکن یہ مہنگا بہت ہوتا ہے۔ اسلئے صرف امیروں کے دستر خوان پر ہی آتا ہے +

اناٹمی اور جراحی

جہانتک مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ چینی "وائی ٹکا" یا جراح کو اندرونی اعضا کی اناٹمی کا خاک بھی علم نہیں ہوتا۔ اسلئے بیرونی علاج کرنے والا طبیب ایسے اعضاء کی چیر پھاڑ کر کے ان کا علاج نہیں کر سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ اب شانگھی کینٹن اور پکین ایسے ترقی یافتہ شہروں کے بعض روشن خیال چینیوں نے ملک کے اندر جاپان اور امریکہ کے طریق اناٹمی اور سرجری کو رواج دینا شروع کیا ہے لیکن اس جگہ ہمیں صرف اصلی چینی طریق علاج سے بحث ہے +

چینی زبان میں بعض کتابیں اس قسم کی ہیں۔ جن میں بدن انسانی کے نقشے دے کر اعصاب اور شرائین کے نظام کو ظاہر کیا اور بتایا گیا ہے۔ کہ کن مقامات پر نشتر لگانی چاہئے۔ لیکن ان نقشوں

کی کچھ اہمیت نہیں ہے +

چینی جراحوں کے پاس پانی کا ایک پیالہ ہوتا ہے جس کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں مریض کو بیہوش کرنے کی تاثیر ہے۔ یہ پانی اس جگہ چھڑک دیا جاتا ہے۔ جہاں پر عمل جراحی کرنا مطلوب ہو لیکن اسکی اصلیت کچھ بھی نہیں +

خیال ہے کہ ڈاکٹر کے دم کرنے سے اس پانی میں بیہوش کرنے کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ عمل جراحی میں مریض برابر چیخے چلاتے جاتا ہے اور "دوائی کا" اپنا کام کئے جاتا ہے پرانی کتابوں میں دو مشہور سرجنوں کا ذکر آتا ہے۔ جن کے نام "ہن تساؤ" اور "ہواطو" تھے۔ انہیں سے اول الذکر چھٹی صدی قبل مسیح میں ہو گزرا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نے بدن انسانی کی چیر پھاڑ کر کے شرائین کے تعلقات دریافت کئے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے نبض بھی دریافت کی تھی۔ دوسرا "ہواطو" بھی ایک ہوشیار سرجن بیان کیا جاتا ہے۔ جو دوسری صدی عیسوی میں ہو گزرا ہے۔ یہ روایت ہے کہ اس نے عمل جراحی کے ذریعہ مغفور "تساؤ تساؤ" کے بعض دماغی عوارض دور کئے تھے +

دایہ گری

چینیوں کے علم طب میں دایہ گری بالکل موجود ہی نہیں۔ چنانچہ اس جگہ کوئی پیشہ دار دایہ دیکھنے میں نہیں آتی۔ جب عورت کو وضع حمل ہونے لگتا ہے۔ تو اسے قدرت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر اس کے قدرتی حالات اچھے ہوں تو اسے خوش نصیب سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وضع حمل جلد اور باسانی ہو جاتا ہے ورنہ اسے سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ عملی طور پر کوئی شخص اسے کسی قسم کی مدد نہیں دیتا اور نہ آسائش بہم پہنچاتا ہے +

ہندوستان اور برہما میں دیسی دایاں میسر آسکتی ہیں جو ہر چند کہ اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہوتیں۔ تاہم کم و بیش عملی تجربہ رکھتی ہیں۔ اور زچگی کی حالت میں عورتوں کو بہت بڑی مدد ملسکتی ہے برہما میں دایاں ہر ایک درد کے موقعہ پر پیٹ پر ہاتھ پھیرتی ہیں۔ کہ بچہ جلد پیدا ہو۔ ایک رسی دیوار یا چھت سے باندھ دی جاتی ہے اور حاملہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر ایک درد کے موقعہ پر اس سے سہارا لے +

چین میں عورت کو بستر پر درسرہانہ کے آسرے بٹھا دیا جاتا ہے۔ اور سوائے اسکی ماں یا قریبی رشتہ دار کے کوئی اس کے کمرے میں نہیں جاتا۔ اسکی ساس یا نند اسکے قریب تک نہیں جاتیں۔ اگر گھرانہ باتوفیق ہو تو کسی بوڑھی عورت کو کچھ دے کر اسکی خدمت کیلئے رکھ لیا جاتا ہے۔ اور اسے پھوس اور

تنکے کے بستر سے پر سُلا دیا جاتا ہے۔ اگر وضع حمل میں دقت پیدا ہو۔ تو بوڑھی عورت ایک کانچ کے ٹکڑے سے اسے پرینیم میں شگاف دیدیتی ہے لیکن اس سے اکثر حالتوں میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا +

مضمون بہت طویل ہو چکا ہے اور اب میں اسپر مزید خامہ فرسائی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ آخیر میں میں اپنے دوست مسٹر جنیگ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مضمون کی تحریر میں مجھے چینی زبان کی بہت سی کتابوں سے مدد حاصل کرنے کا موقعہ دیا +

انگریزی ادویات کے راز

سونا بنانے کی اصل ترکیب

یورپ کے جادوگر ہندوستان کی گھاس پھونس سے سونا بنانے میں خاص مہارت رکھتے ہیں ہمارے بزرگ ان رازوں سے واقف تھے۔ ہمارے شاستروں میں یہ تمام طریقے درج ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم ان طریقوں کو بھول گئے اور مفلس ہو گئے۔ غیر ممالک والوں نے لاکھوں روپیہ خرچ کرکے سنسکرت کی پرانی کتابوں کو حاصل کیا اور ترجمے کرا لئے۔ اور تحقیقات کرکے ان رازوں سے واقف ہو گئے۔ اب وہ ہماری ہی جڑی بوٹیوں سے قیمتی ادویات تیار کرکے سونا پیدا کر رہے ہیں اور ہم وطن کی نباتات کو چولھے میں جلا کر مفلس بن رہے ہیں۔ میں سلسلہ وار ان رازوں کو رسالہ میں درج کر رہا ہوں۔ آج میں کچھ اور رازوں کا انکشاف کرتا ہوں۔ کہ جن سے واقف ہو کر آپ بھی اپنی جنگلی نباتات سے سونا حاصل کر سکتے ہیں +

لوبی لیا

ایک نباتات ہے کہ ولایت سے جس کا سفوف اور ٹنکچر ہر سال لاکھوں روپوں کا آتا ہے اور انگریزی دوائی فروشوں کی دوکان پر آ کر بکتا ہے +

لوبی لیا۔ انگریزی نام ہے۔ اس بوٹی کو سنسکرت میں "پاتال بن تمال" کہتے ہیں۔ ایرانی زبان میں اسکو تمباکوئے ہندی کہتے ہیں۔ اردو میں جنگلی تمباکو بولتے ہیں۔ میں نے اسکو قریباً ہندوستان کے ہر حصہ میں ندی نالوں۔ جوہڑوں کے کنارے بکثرت دیکھا ہے جنگلوں میں عام ملتا ہے شکل بالکل تمباکو کے پیڑ جیسی۔ خودرو ہوتا ہے۔ ولایت والے اسسے انگریزی ادویات بناتے ہیں +

ایتھریل ٹنکچر آف لوبی لیا

یہ انگریزی کی مستند دوا ہے کہ جس کو آفشل کہتے ہیں اور ہر روز ڈاکٹر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس دوا کو ضیق النفس یعنی دمہ یعنی دم الٹنے میں تنگی نفس میں۔ سعال دیکی یعنی کُکر کھانسی میں تشنج عصبی امراض میں بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ دوا اصل بہت مفید ثابت ہوا ہے

بنانے کی ترکیب

جنگلی تمباکو کے خشک پتوں کا چالیس نمبر کا سفوف یعنی لوہے کی وہ چھلنی کہ جس میں ایک انچ جگہ میں چالیس سوراخ ہوں۔ ایسی چھلنی سے چھنے ہوئے سفوف کو چالیس نمبر کا سفوف انگریزی ڈاکٹری میں کہتے ہیں۔ یہ سفوف چار اونس۔ دو اونس سپرٹ اوف ایتھر سے ترکرکے چوبیس گھنٹہ بعد فلٹر کریں یعنی فلالین کے کپڑے میں سے چھان لیں بس یہ ایتھریل ٹنکچر آف لوبی لیا بن گیا۔ لاگت مفت کے برابر ہے۔ محنت کچھ بھی نہیں۔ قیمت اسکی چاندی کے سکوں میں ملیگی۔ اس سے عمدہ کیمیا گری اور کیا ہوسکتی ہے +

دمہ یعنی ضیق النفس کی ایک اور دوا ولایت سے آتی ہے۔ جو کہ اس مرض کو فائدہ کرتی ہے ہر سال لاکھوں روپوں کی یہ دوا دمہ کے مریض خریدتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی دیسی نسخہ ہی ہے۔ لیکن ولایت والے اس کا بھید نہیں بتلاتے۔ اسلئے ہم دوا کے اوصاف کا کریڈٹ ولایت والوں کو ہی دیتے ہیں۔ وہ دوا یہ ہے:۔

پوٹس لوبیلی ای کمپازٹیس بس انگریزی دوا کا اردو ترجمہ سفوف جنگلی تمباکو کا مرکب ہے۔ یہ بہت قیمتی دوا ہے۔ ولایت میں جو کمپنیاں یہ دوا تیار کرتی ہیں ہر سال لاکھوں روپیہ نفع کماتی ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں یہ دوا جاکر بکتی ہے۔ اگر ہندوستانیوں کو ایشور عقل دے تو وہ بھی ان ادویات سے کروڑوں روپیہ پیدا کرسکتے ہیں۔ اور غیر ممالک کی دولت ہندوستان میں لا سکتے ہیں۔ اگر یہ نہیں کرسکتے۔ تو کم از کم اپنے ملک کی ضروریات کیلئے تو مہیا کریں۔ اس دوا کو ڈاکٹر لوگ ایزما پوڈر بھی کہتے ہیں۔ کہ جس کا اردو ترجمہ سفوف دافع دمہ ہے۔ نسخہ ایزما پوڈر کا یہ ہے:۔

جنگلی تمباکو کا سفوف ۴۰ حصے۔ دھتورہ بوٹی کے پتے ۴۰ حصے۔ چاہ سیاہ کے پتوں کا سفوف ۴۰ حصے قلمی شورہ ۴۰ حصے۔ کھولتا ہوا آب مقطر ۴۰ حصے۔ روغن انیسون ایک حصہ۔ پہلے ابلتے ہوئے گرم پانی میں قلمی شورہ حل کریں۔ پھر باقی سفوف ڈالدیں اور سب سے آخر میں روغن انیسون ملاکر بوتلیں بھر کر تجارت کریں +

اس دوا کو استعمال کرنے کی ترکیب ہے کہ ایک طشتری میں ذراسی آگ رکھکر اُس پر نصف چمچہ
چائے کے برابر اس سفوف کو ڈال کر اس کا دھواں مریض کو سونگھائیں ۔ مرض دمہ کا دورہ رک جائیگا
اب غور کریں کہ یہ ہیں تو تمام دیسی ادویات اور بالکل مُفت کے برابر چونکہ یہ ولایت سے بن کر آتی
ہیں اسلئے وہ جو قیمت مانگتے ہیں آپ دیتے ہیں ۔ اسکے مقابلہ میں ہمارے پاس دیسی نسخے ایسے ایسے قیمتی ہیں
کہ جن کی تاثیر دیکھ کر ڈاکٹروں کے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے ۔ ہم اُن کو اسلئے نہیں بتاتے ۔ کہ پھر وہ ولایت جا
کر انہی نسخوں سے ہندوستان کی دولت سمیٹیں گے ۔ اور ہندوستانیوں کو یہ توفیق نہیں کہ وہ ویدک کے
قیمتی نسخے بنا کر دوسرے ملک والوں سے روپیہ حاصل کریں ۔
باقی انگریزی ادویات کے لئے دوسرے رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

آپس کی باتیں

حساب لگایا ہے کہ ہر ماہ ایک سو رسالے ڈاکخانہ میں گم ہو جاتے ہیں اور دوبارہ ایک سو رسالے اپنے پیارے
خریداروں کو بھیجنے پڑتے ہیں ۔ اسطرح ہر ماہ ہم کو ڈاکخانہ کی بدانتظامی کے باعث دو سو رسالے مُفت نذر
کرنے پڑتے ہیں کہ جن کی مجموعی قیمت پچاس روپے ہوتی ہے ۔ اسطرح بے قصور پچاس روپے ماہوار جرمانہ ہم کو
ڈاکخانہ کی طرف سے ہوتا ہے ۔ کہ جسکی کوئی اپیل نہیں ۔

ہر ماہ کا رسالہ جلدی سے جلدی ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک خریداروں کے پاس پہنچ جانا چاہئے لیکن رسالہ
کے ناظرین کا شوق عشق کی منزل تک پہنچ چکا ہے ۔ اور وہ پہلی تاریخ تک انتظار کرنے میں بےصبر ہو جاتے
ہیں اور اُن کا اشتیاق ہم کو یہاں بیٹھے بے چین کر دیتا ہے ۔ بقول شخصیکہ

خوں رگ مجنوں سے نکلا فصد لیلے کی جو لی
عشق میں تاثیر ہے پر جذب کامل چاہئے

اسلئے ہم بھی مجبور ہو گئے ہیں ۔ کہ رسالہ کو جلد سے جلد پیاروں تک پہنچا دیں چنانچہ اب شوق کا
یہ عالم ہے کہ رسالہ دس دس دن پہلے ہی خریداروں کے پاس پہنچ جاتا ہے ۔ اس تیز رفتاری کی مثال
آپ کو کسی رسالہ یا اخبار میں نہیں ملیگی ۔ لکھائی چھپائی ۔ اور ڈاک کی مشکلات تمام اس لگن میں فراموش
ہو جاتی ہیں ۔

لیکن افسوس اُن پیاروں پر ہے جو کہ پھر دو دو ماہ بعد رسالہ نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں حالانکہ پہلی تاریخ تک تو رسالہ امریکہ۔ جاپان۔ یورپ اور افریقہ تک کے خریداروں کو مل جاتا ہے۔ رسالہ کے صفحہ اوّل پر حالانکہ نہایت واضح طور پر رسالہ کے قواعد چھاپ دیتے ہیں۔ کہ تین تاریخ تک رسالہ نہ ملنے پر ضرور شکایت کر دینی چاہئے۔ اسلئے اُمید ہے کہ رسالہ کے تمام پریمی صفحہ اوّل کے اصولوں کی سختی سے پابندی کرینگے کیونکہ رسالے صرف اسی قدر چھاپے جاتے ہیں۔ جو کہ ہر ماہ کی تین تاریخ تک اکتفا کر سکیں۔ تین تاریخ کے بعد آنے والی شکایت کی اگر تعمیل نہ ہو۔ تو اُمید ہے کہ وہ اپنی غلطی سمجھ کر ناراض نہ ہونگے۔

ڈاک خانہ کے وہ ملازم جو کہ مُفت رسالہ پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اُن سے پرارتھنا ہے: کہ وہ چوری کرنے کے پاپ سے بھاگی نہیں۔ اگر وہ اس فعل کو ترک کر دیں۔ تو ہم محض ڈاک خانہ کے ملازموں کو اڑھائی روپے سالانہ چندہ میں رسالہ جاری کر دیا کرینگے۔ اور ایمانداری سے حاصل کیا ہوا رسالہ اُن کو جہاں خوشی دے گا۔ وہاں اس سے اُن کو زیادہ شانتی بھی پراپت ہو گی۔

رسالہ کی باقاعدگی۔ دلچسپی اور مُفید معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ اِس کے ہزاروں روپوں کے اخراجات کے بار نے میری صحت اور آزادی کو برباد کر دیا ہے۔ مجھکو رات دن میں محض چار پانچ گھنٹے آرام ملتا ہے۔ آپ کے تعریفی خط میری مشکلات کو ذرہ بھی کم نہیں کر سکتے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ چشمۂ فیض اسی طرح جاری رہے۔ تو مناسب ہے۔ کہ جن کو ایشور نے دے رکھا ہے وہ جہاں اور کاموں میں روپیہ صرف کرتے ہیں وہ رسالہ کی مالی امداد کرتے رہیں۔ بیاہ شادی اور مُبارک تقریبوں پر رسالہ کی امداد کو بھی یاد رکھیں اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ کم از کم ایک دو نئے خریدار ہر ماہ ضرور بنا دیا کریں۔ تاکہ رسالہ کی مالی مشکلات حل ہو سکیں۔ پیاروں کو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مَیں دُنیا کا اور کوئی کام نہیں کرتا۔ کیونکہ مستانہ جوگی کا ہی اس قدر کام ہے۔ کہ مجھکو صحت بحال کرنے تک کی فرصت نہیں۔

قریباً ایک سو خطوں کا جواب روزانہ اپنی قلم سے دینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ غور کریں کہ پھر اور کون سا کمائی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

مَیں نے اپنی زندگی محض مذہبی کام کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ اسلئے یہ ناممکن ہے کہ رسالہ بغیر آپ کی مدد کے زندہ رہ سکے جس قدر شوق آپ کو رسالہ کی ذات سے ہے۔ اسی قدر شوق اور فکر آپ کو رسالہ کی مالی کمی کو پُورا کرنے کا بھی ہونا چاہئے۔ بارہ سال تک مَیں نے آپ پیاروں کی مسلسل سیوا کی

ہے۔ جو کہ زندگی کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔ اگر اب بھی آپ نے اس کی مالی حالت کی طرف توجہ نہیں دی۔ تو اسکے سوائے اور کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس خدمت سے سبکدوش ہو کر اپنی عاقبت کی فکر کروں اور گیان دھیان میں مصروف ہو جاؤں +

مجھکو رسالہ سے کوئی مالی فائدہ مقصود نہیں۔ اگر میرا مقصد دولت ہوتی۔ تو ان بارہ سالوں میں محنت کر کے شاید میں لاکھوں روپیہ جمع کر لیتا۔ میرے ہاتھ میں ہر طرح کے ہنر اور قیمتی ذریعہ ہیں۔ میں نے خود ان سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بلکہ بارہ سال سے وہ طریقے رسالہ کے ذریعہ آپ کو بتا رہا ہوں۔ اور میں خوش ہوں۔ کہ ان سے فائدہ اُٹھا کر میرے ہزاروں پیارے ایمانداری سے روزی کما رہے ہیں۔ اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں +

میری تمام زندگی آپ کو قیمتی روحانی اور دُنیوی معلومات بہم پہنچانے میں صرف ہو رہی ہے اور آپ کا فرض ہے کہ اپنی آمدنی میں سے رسالہ کیلئے بھی حصّہ نکالا کریں۔ اسطرح جہاں اپنے مفلس ملک میں ودیا اور دھن کے سادھنوں کا پرچار ہوگا۔ وہاں روحانی تعلیم کے باعث لوگوں میں اعلیٰ اخلاق اور حقیقی خوشی بھی حاصل ہوگی +

دُنیا میں تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ روحانی خوشی جسمانی بہتری اور دُنیوی عزّت اور دولت اور اسی مقصد کے لئے رسالہ کو تین حصّوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ اور تینوں چیزوں کی پراپتی کے سادھن بتاتا رہتا ہوں +

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ سادہ الفاظ میں نکلے ہوئے میرے دلی خیالات پیچیدہ عبارت کی نسبت آپ پیاروں کو زیادہ مؤثر معلوم دینگے۔ اور آج سے ہی اس اپیل کا عملی طور پر جواب دینے کا فیصلہ کرینگے جوش سے نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے اپنے حالات کو مدِنظر رکھکر آپ دیکھیں کہ آپ مستقل طور پر رسالہ کی کس قسم کی امداد کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد اس امداد کو آپ اسی طرح سے اپنا فرض بنا لیں۔ جس طرح سے میں نے اپنی زندگی کا یہ فرض بنا لیا ہے کہ چاہے بھیک مانگنی پڑے۔ چاہے میں کیسا ہی بیمار ہوں لیکن رسالہ ہر ماہ ضرور چھپے گا۔ چاہے مجھکو اس مشن میں کتنی ہی مصیبتوں اور ناکامیابیوں کا سامنا کرنا پڑے +

ایسی سوچی ہوئی بات پائدار ہوتی ہے اور ایسے وعدے ہمیشہ ایفا ہوا کرتے ہیں۔ اسطرح سے آپکی ٹھوس امداد کے وعدوں کو میں ایک رجسٹر میں درج کر لونگا۔ اور پھر میں سوچونگا۔ کہ تحریر کے ساتھ ساتھ

اِنہی خیالات کے لئے بھجن منڈلیوں اور پرچارکوں کا مَیں کیا انتظام کرسکتا ہُوں۔ اور اپنے ہموطنوں کو ان تینوں کی طرح مُفت تعلیم دینے کا کیا انتظام ہو سکتا ہے ◆

مَیں جن جڑی بُوٹیوں کا رسالہ میں ذکر کرتا ہُوں۔ کئی پیارے شناخت کے لئے نمونے طلب کرتے ہیں نسخوں کی بابت استفسار کئے جاتے ہیں مَیں اُن سے پرارتھنا کرتا ہُوں۔ کہ اُن کو چاہئے کہ اپنے شہر کے سنیاسیوں یا ویدوں سے بھی مدد لیں۔ جبتک کہ اس مقصد کے لئے کوئی آشرم نہیں قائم کرلیتا۔ اور کام کرنے والوں کی ایک جماعت نہیں بنا لیتا۔ اکیلے مُجھ سے یہ تمام کام ہونے مُشکل ہیں میں رسالہ ایڈٹ کرُوں۔ خطوں کے جواب دُوں۔ انتظام قائم رکھوں۔ ڈاک کو پڑھوں۔ اکیلا کیا کچھ کرسکتا ہُوں۔ پھر جنگل سے بُوٹیاں تلاش کرکے نمونے کِس وقت بھیجوں۔ آپ پیاروں کو مُجھ سے وہی بات دریافت کرنی چاہیئے۔ کہ جسکی تسلی آپکے شہروں کے وَیدوں یا ویدوں یا سنیاسیوں سے بھی نہ ہوسکے خود محنت کئے بغیر مجھ کو ہی لکھدینا میرے بوجھ میں اضافہ کرنا ہوگا ◆ (اڈیٹر)

مآلِ نیکی

جو رحم سے ہے قریں نیکی سے دُور رہتا ہے ... اندھیری قبر میں نیکی سے نُور رہتا ہے
بشر کے دِل کی بھلائی ہے ایسی تیز شراب ... کہ جس کا بعد فنا بھی سُرور رہتا ہے

قسمت کی حکومت

تو سُنے یا نہ سُنے ہم تو کہے جاتے ہیں ... ظُلم مجبُوری سے قسمت کے سہے جاتے ہیں
ہم مقدر کے سمندر میں ہیں تنکے کی طرح ... جسطرف کو وُہ بہاتا ہے بہے جاتے ہیں

معمّائے حیات

پر ہونگے نہ یہ طاقتِ پرواز رہے گی ... تھک جائیگی جب عقل تو خود باز رہے گی
اِنسان اور انسان کے دُکھ سُکھ کی پہیلی ... ایک راز ہے اور قبر تلک راز رہے گی

کامیابی

میری مشہور دوا سوم رس کی نسبت ایک شکایت تھی۔ کہ وُہ روغن کی طرح پتلی ہے کہ جس کے پینے اور سفر میں رکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ناظرین یہ سُن کر خوش ہوں گے۔ کہ مَیں سوم رس کو پتلی شے سے بدل کر گولیوں کی شکل میں لانے میں کامیاب ہوگیا ہُوں۔ اسطرح ہر گولی کی بدولت طاقت بھی یکساں رہیگی۔ بھیجنے۔ جیب میں رکھنے اور استعمال کرنے میں سب میں آرام ہوگا۔ اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ یہ گولیاں سوم رس کا جوہر ہیں۔ اسلئے ان کی طاقت اصل "سوم رس" سے دس گُن زیادہ ہے۔ آیندہ "سوم رس" گولیوں کی شکل میں ملا کریگا۔ اس کے اوصاف وُہی ہیں جو پہلے تھے۔ قیمت بھی وہی ایک روپیہ فی شیشی ہے ✦

عجیب اعلان

میں ویدک کا ایک نہایت پراچین لاثانی نسخہ تیار کرنے کے لئے عرصہ بارہ سال سے کوشاں تھا۔ کہ جو نامردی کا اور بے اولادی کا قطعی علاج ہو۔ جو بانجھ پن کو جڑ سے اُکھاڑ دے۔ جس سے کمزور سے کمزور انسان طاقت کے نشہ سے جھومنے لگے۔ اور جس کا مقابلہ طاقت میں دُنیا کی کوئی دوا نہ کر سکے۔ اور جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے اشتہار نہ دینا پڑے۔ بلکہ محصولڈاک آنے پر بالکل مفت دوا آزمائش کے لئے دی جائے۔ اور اگر مریض استعمال کرکے فائدہ محسوس کرے تو تب قیمتاً منگائے۔ ایسا اعلان آجتک کسی دوا کا کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی ✦

میرے تجربے مکمل ہوگئے ہیں۔ دوا تیار ہوگئی ہے۔ اور اس کا نام برہمچریہ نامی دوا رکھا ہے اعلان کرنے سے پہلے دوا کا کافی مقدار میں جمع کرنا ضروری ہے بس پھر میں اعلان کردونگا۔ کہ پیشگی محصولڈاک یعنی ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر مجھ سے مُفت دوا منگا کر آزماؤ۔ اگر مفید ہو پھر قیمتاً منگاؤ۔ اس لاثانی آبحیات کی تیاری میں مَیں نے اپنی عزیز عمر کے بارہ سال صرف کئے ہیں۔ ایشور اس کے ذریعہ اِنسانوں کی بھلائی کی توفیق دیں۔ گو دوا کے اجزا قیمتی ہیں لیکن پھر بھی پہلے تجربہ کے لئے مفت دوا دُونگا۔ اور قیمت بھی تین روپے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ میں نے ابھی درست قیمت مقرر نہیں کی۔ لاگت کا حساب لگا کر قیمت مقرر کرسکوں گا۔ آپکا پریم آتما:۔ صُوفی لچھمن پرشاد

٥ (ق) ٥

رفتارِ ترقی

اس دفعہ رسالہ کی اشاعت بڑھانے میں حسبِ ذیل اصحاب نے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا ہے کہ جن کرم فرماؤں کا میں اپنے تمام ناظرین سے تعارف کراتا ہُوں:۔

نام	تعداد		نام	تعداد	
۱۔ لالہ مہیش نارائن جی تواری	ایک خریدار		۲۔ لالہ کانشی رام جی اوورسیر	ایک خریدار	
۳۔ شریمان کرپا شنکر جی	ایک	"	۴۔ شریمان چمن لال جی شملہ	ایک	"
۵۔ ایم۔ ایس۔ بالی۔ پوسٹر	ایک	"	۶۔ بابو جگن ناتھ شرما	ایک	"
۷۔ لالہ مکند لال جی ہیڈ محرر	ایک	"	۸۔ لالہ شِو رام جی بھسین	ایک	"
۹۔ لالہ رجن داس جی	ایک	"	۱۰۔ بابو مراری لال جی شرما	ایک	"
۱۱۔ شریمان بھگوتی پرشاد	ایک	"	۱۲۔ شریمان تارا شنکر لال جی	دو	"
۱۳۔ لالہ جگن ناتھ جی کھتری دہلی	دو	"	۱۴۔ مسٹر ایم۔ تراب علی	ایک	"

رسالہ ماہ اکتوبر کی شاندار فہرست مضامین

رسالہ ماہ ستمبر کو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ رسالہ ماہ اکتوبر کے مضامین کا ملاحظہ فرمایئے۔ جو اپنی نوعیت میں بڑی شان کا ہوگا۔ (اڈیٹر)

ان کے علاوہ اور کئی دلچسپ مفید مطلب مضامین درج ہوں گے۔

پرکاش سٹیم پریس لاہور میں باہتمام بابو ... گوپال ... پنڈت ... دفتر رسالہ مستانہ جوگی لاہور سے شائع کیا